فرمانِ الٰہی اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ۝ فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ۝

شبِ براءت

روکنے کی ناپاک جسارت

شیخ الحدیث علامہ مفتی قاضی

عبدالرزاق بھترالوی حطاروی

عبادات

شب بیداری

صدقات

خیرات

نفلی روزہ

نوافل قیام اللیل

تلاوت قرآن کریم

مکتبہ امام احمد رضا

کری روڈ، راولپنڈی

اشاعتی ضابطہ

کل الحقوق محفوظۃ

نام کتاب	شب برأت روکنے کی ناپاک جسارت
مصنف	محقق العصر علامہ قاضی عبدالرزاق بھترالوی مدظلہ العالی
کمپیوٹر گرافکس	محمد اسحاق ہزاروی
کمپوزنگ	مہر العلوم کمپوزنگ سینٹر، شکریال۔ راولپنڈی
ناشر	**مکتبہ امام احمد رضا** کری روڈ۔ راولپنڈی
سٹاکسٹ	ضیاء العلوم پبلی کیشنز۔ راولپنڈی
خصوصی تعاون	قاری احسان الحق چشتی

ملنے کے پتے

 اسلامک بک کارپوریشن، راولپنڈی

 احمد بک کارپوریشن، راولپنڈی

 مکتبہ قادریہ، داتا دربار۔ لاہور

 اہل السنۃ پبلی کیشنز، دینہ۔ جہلم

 مکتبہ غوثیہ، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعت رسول مقبول ﷺ

اندھیری رات ہے غم کی گھٹا عصیاں کی کالی ہے
دل بے کس کا اس آفت میں آقا ہی تو والی ہے

نہ ہو مایوس آتی ہے صدا گور غریباں سے
نبی امت کا حامی ہے خدا بندوں کا والی ہے

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کر لے
اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے

ارے یہ بھیڑیوں کا بن ہے اور شام آگئی سر پر
کہاں سویا مسافر ہائے کتنا لاابالی ہے

اندھیرا گھر اکیلی جان دم گھٹتا دل اکتاتا
خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آنے والی ہے

زمین تپتی کٹیلی راہ بھاری بوجھ گھائل پاؤں
مصیبت جھیلنے والے ترا اللہ والی ہے

نہ چونکا دن ہے ڈھلنے پر تری منزل ہوئی کھوٹی
ارے او جانے والے نیند یہ کب کی نکالی ہے

رضا منزل تو جیسی ہے وہ اک میں کیا سبھی کو ہے
تم اس کو روتے ہو یہ کہو یاں ہاتھ خالی ہے

(از حدائق بخشش)

فہرست عناوین

فہرست عناوین

دینی ودنیاوی درسگاہ

جامعہ جماعتیہ مہر العلوم رحیم ٹاؤن شکریال راولپنڈی

میں شعبہ حفظ اور درس نظامی میں داخلے یکم تا ۱۵ شعبان ہوتے ہیں 0321.5098812

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿الاستفتاء﴾

شب براءۃ کو عام طور پر لوگ مبارک رات سمجھ کر خصوصی عبادات میں رات جاگ کر گذارتے ہیں اور اچھے کھانے اور مٹھائی اور حلوے کا اہتمام کرتے ہیں لیکن بعض حلقوں کی جانب سے مندرجہ ذیل سوالات اٹھائے گئے ہیں۔ان کے جوابات پیش کئے جائیں۔

سوال نمبر1: شب برأت کے بابرکت اور بافضیلت ہونے کے متعلق تمام روایات ضعیف، خود ساختہ اور من گھڑت ہیں۔شب برأت کی فضیلت صحاح ستہ کی کسی کتاب میں نہیں۔

سوال نمبر2: قران پاک کی سورۃ دخان میں جو''لیلۃ المبارکہ'' کا ذکر ہے۔اس سے مراد شب برأت نہیں ہوسکتی۔کیونکہ وہ سورۃ مکی ہے اور شب برأت کی جو من گھڑت حدیث پیش کی جاتی ہے۔جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نبی کریم ﷺ سے جنت البقیع (قبرستان) میں مکالمہ مدینہ طیبہ میں ہوا۔

کیا نبی کریم ﷺ نے اتنا عرصہ شب برأت کو صیغہ راز میں رکھا؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ نے کسی دین کے مسئلہ کو اتنا عرصہ چھپائے رکھا ہو۔

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف جو خود ساختہ حدیث منسوب کی جاتی ہے، اس میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ کوئی ہے جو مجھ سے گناہوں کی بخشش طلب کرے کہ میں اس کے گناہ معاف کروں۔اس سے تو اللہ تعالیٰ کا جسم اور مکان ثابت ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں یہ شیطانی وسوسہ ہے۔

پھر اور بڑی خرابی یہ لازم آتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔''اللہ کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جاتی ہیں۔

اس واضح ارشاد کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قبرستان پر جانا غیر شرعی کام ہوگا۔

سوال نمبر3: شب برأت کو لیلۃ البراءۃ نہ قرآن پاک میں کہا گیا ہے اور نہ صحاح ستہ میں

کہا گیا ہے۔

سوال نمبر4: شب برأت کا معنی تو ہے ۔''دلہن کے جلوس والی رات''اس معنی کی مناسبت سے شب برأت کی فضیلت ثابت نہیں ہوسکتی۔

''براءۃ'' کا معنی بیزاری ہے۔یہ معنی بھی کسی طرح اس رات کی فضیلت ثابت نہیں کرتا۔

سوال نمبر5: یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ اسلام میں شب برأت کی پیوند کاری کا یہی زبردست نقصان ہے کہ جس تہوار کا قرآن کریم اوراحادیث کی چھ مستند کتابوں میں ذکر تک نہیں اسے ذریعہ نجات بنایا گیا ہے۔

نہایت ہی زبردست خسارے کے لئے یہی کافی ہے کہ ایسی من گھڑت بات کو رب ذوالجلال اور نبی باکمال ﷺ کی طرف منسوب کردیا جائے جوانہوں نے نہ کی ہو۔

سوال نمبر6: کیا یہ کہنا درست ہے کہ ایسی نام نہاد نجات کی رات جس میں چراغاں،آتش بازی ، پٹاخے اور حلوہ کھانا ہی اس کی شناخت ہے ،ہندوؤں کی دیوالی سے مماثلت رکھتی ہے۔

مسعود اکرم
واہ کینٹ

مسعود اکرم
واہ کینٹ،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اجمالی جواب:

شعبان کی پندرھویں رات کا نام عام اصطلاح میں شب برأت ہے۔جس کی فضیلت قرآن پاک سے بعض صحابہ کرام کی تحقیق سے ثابت ہے۔

احادیث سے اس رات کی فضیلت ثابت ہے۔یہ کہنا کہ صحاح ستہ میں اس رات کی فضیلت کا ذکر نہیں لاعلمی ہے۔ورنہ ترمذی شریف اور ابن ماجہ میں اس رات کی فضیلت کا ذکر موجود ہے۔

پھر مسند احمد، بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں اس رات کی فضیلت پر احادیث مذکور ہیں۔

احادیث کو من گھڑت اور خود ساختہ کہنا لغو قول ہے۔جس سے پتہ چلتا ہے کہ ایسا مبلغ دینی علوم سے مکمل خالی ہے۔

نام نہاد نجات کی رات کہنا اور ہندوؤں کی دیوالی سے مماثل کہنا بھی غلط اور لغو ہے۔اس رات میں کسی کھانے پر پابندی بھی نہیں، اور کوئی خاص کھانا پکانا لازم بھی نہیں، یہ رات نجات کی رات ہے مومنوں کو اس سے خوشی حاصل ہوتی ہے، اس لئے مٹھائی تقسیم کرتے ہیں یا حلوہ پکا لیتے ہیں جو جائز ہے۔کوئی شخص قلبی مریض ہو اس کا منہ کڑوا ہو اور اسے میٹھی چیز سے نفرت ہو تو اس کے لئے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے شفاء عطا فرمائے۔یہ درست ہے کہ آتش بازی، پٹاخے غیر شرعی کام ہیں۔

تفصیلی جواب:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

حٰمٓ ○ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ○ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ○ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ○ (سورۃ الدخان)

حم اللہ و رسولہ اعلم ○ قسم ہے اس روشن کتاب کی ○ بے شک ہم نے اسے برکت والی

رات میں اتارا O بے شک ہم ڈر سنانے والے ہیں O اس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام O (۱) (ترجمہ کنزالایمان)

وضاحت:

''لیلۃ مبارکۃ'' سے مراد کون سی برکت والی رات ہے؟

اس بارے میں صحابہ کرام میں اختلاف پایا گیا ہے۔ یہ اختلاف تحقیق کا ہے نہ کہ ضد بازی کا۔ اور نہ ہی شہرت کا حصول مقصود تھا۔

اب تو جس نے اپنا نام روشن کرنا ہو وہ سلف صالحین کی مخالفت کر کے تقریر یا تصنیف میں شہرت حاصل کرتا ہے۔ یا اخبارات میں الٹے سیدھے بیانات جاری کر کے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔

جہلاء اس کے ہمنوا بن جاتے ہیں، اہل علم اسے جاہل مرکب سمجھ کر یوں ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن کچھ لوگ تحقیق کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے راقم نے جواب دینے کے لئے قلم اٹھایا ہے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے ''لیلۃ مبارکۃ'' کی تفسیر ان الفاظ سے کی ہے۔

''هی لیلة القدر علی ماروی عن ابن عباس وقتادة وابن جبیر ومجاهد وابن زید والحسن وعلیه اکثر المفسرین والظواهر معهم وقال عکرمة وجماعة هی لیلة النصف من شعبان'' (روح المعانی)

برکت والی رات سے مراد لیلۃ القدر ہے۔ یہ قول حضرت ابن عباس، قتادہ، ابن جبیر، مجاہد، ابن زید اور حسن رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اور اکثر مفسرین نے یہی قول لیا ہے اور کچھ اصحاب ظواہر بھی ان کے ساتھ ہیں لیکن حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت صحابہ کرام کی اس طرف ہے کہ اس سے مراد شعبان کے نصف کی رات ہے یعنی پندرھویں رات جسے شب برأت کہا جاتا ہے۔

اس آیۃ کریمہ کی تفسیر میں ابوالسعود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''لیلة مبارکة'' هی لیلة القدر وقیل لیلة البراءة '' (تفسیر ابی السعود)

”لیلۃ مبارکۃ“ سے مراد یا لیلۃ القدر ہے اور یا لیلۃ البراءۃ ہے۔

علامہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اختلفوا فی هذه الليلة المباركة فقال الاكثرون انها ليلة القدر وقال عكرمة وطائفة آخرون ،انها ليلة البراء ة وهی ليلة النصف من شعبان“

اس مبارک رات سے مراد کون سی رات ہے۔ اکثر حضرات نے کہا ہے کہ یہ لیلۃ القدر ہے، اور حضرت عکرمہ اور دوسرے حضرات نے کہا ہے کہ یہ ”لیلۃ البراءۃ“ ہے جو شعبان کی پندرھویں تاریخ ہے۔

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾ هی ليلة القدر او ليلة النصف من شعبان “

اس آیۃ میں ”لیلۃ مبارکۃ“ سے مراد یا لیلۃ القدر ہے۔ یا شعبان کی پندرھویں رات ہے۔

”لیلۃ النصف من شعبان“ پر صاوی میں یہ ذکر ہے۔

”هو قول عكرمة وطائفة ووجه بامور منها ان ليلة النصف من شعبان لها اربعة اسماء الليلة المباركة وليلة البراء ة وليلة الرحمة وليلة الصك ومنها افضل العبادة فيها“

آیۃ کریمہ میں ”لیلۃ مبارکۃ“ سے مراد شعبان کی پندرھویں رات کا قول عکرمہ رضی اللہ عنہ اور کئی دوسرے حضرات کا ہے۔

اس میں کئی دلائل موجود ہیں۔ دو دلیلیں صاوی نے بیان فرمائی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ شعبان کی پندرھویں رات کے چار نام ہیں۔ لیلۃ مبارکۃ، لیلۃ البراءۃ ،لیلۃ الرحمۃ اور لیلۃ الصک۔

دوسری دلیل یہ ہے ک شعبان کی پندرھویں رات کو عبادت کرنا افضل ہے۔ (صاوی)

”لیلۃ مبارکۃ“ کا معنی ہے برکت والی رات۔

”انما سميت بليلة البراء ة وليلة الصك لان البندار اذا استوفى الخراج من اهله كتب لهم البراء ة كذلك الله تعالىٰ يكتب لعباده المؤمنين البراء ة فی هذه الليلة“

شعبان کی پندرھویں رات کو ”لیلۃ البراءۃ“ اور ”لیلۃ الصک“ کہنے کی یہ وجہ

ہے کہ جس طرح خراج وصول کرنے والا خراج وصول کر کے اس شخص کو بریٔ الذمہ ہونے کی رسید لکھ دیتا ہے۔اسی طرح اس رات کو عبادت کرنے والے مؤمنین کو اللہ تعالیٰ گناہوں سے بری ہونا لکھ دیتا ہے۔

لیلۃ الرحمۃ کہنے کہ وجہ واضح ہے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾اس رات میں حکمت والے کام بانٹ دیئے جاتے ہیں۔

”اخرج ابن جرير والبيهقى فى شعب الايمان عن الزهرى عن عثمان بن محمد بن المغيرة بن الاخفش قال قال رسول الله ﷺ تقطع الآجال من شعبان الى شعبان حتى ان الرجل لينكح ويولد له وقد خرج اسمه فى الموتى“

ابن جریر نے حدیث بیان کی ،اور بیہقی نے شعب ایمان میں حدیث ذکر کی کہ زہری عثمان بن محمد بن مغیرۃ بن اخفش سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک فیصلہ کرلیا جاتا ہے کہ فلاں نے نکاح کرنا ہے۔فلاں نے پیدا ہونا ہے،فلاں نے فوت ہوجانا ہے۔

”واخرج الدينورى فى المجالسة عن راشد بن سعد ان النبى ﷺ قال فى ليلة النصف عن شعبان يوحى الله تعالىٰ الى ملك الموت بقبض كل نفس يريد قبضها فى تلك السنة“

راشد بن سعد نے روایت کی بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شعبان کی پندرھویں رات کو اللہ تعالیٰ ملک الموت (حضرت عزرائیل) کی طرف وحی فرما دیتا ہے کہ اس سال میں فلاں فلاں لوگوں کی روحوں کو قبض کرنا ہے۔

ہاں یہ بھی خیال کیا جائے کہ لیلۃ القدر کے متعلق بھی روایات موجود ہیں کہ حکمت والے کام لیلۃ القدر میں بانٹ دیئے جاتے ہیں۔

”واخرج عبد بن حميد وابن جرير عن ربيعة بن كلثوم قال كنت عند الحسن فقال له رجل يا ابا سعيد ليلة القدر فى كل رمضان هى؟قال اى والله انها لفى كل رمضان وانها ليلة يفرق فيها كل امر حكيم فيها يقضى الله تعالى كل اجل وعمل ورزق على مثلها“

ربیعہ بن کلثوم کہتے ہیں میں حضرت حسن (بصری) رضی اللہ عنہ کے پاس تھا آپ سے ایک شخص نے کہا اے ابوسعید! کیا ہر رمضان میں لیلۃ القدر آتی ہے؟ تو انہوں نے کہا ہاں قسم ہے اللہ تعالیٰ کی ہر رمضان میں لیلۃ القدر آتی ہے یہ وہ رات ہے جس میں ہر حکمت والا کام بانٹ دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کی موت اور رزق وغیرہ کا فیصلہ اسی رات میں فرما دیتا ہے۔

روایات میں شاندار تطبیق:

”وقیل یبدأ استنساخ کل امر حکیم من اللوح المحفوظ فی لیلۃ البراءۃ ویقع الفراغ فی لیلۃ القدر فتدفع نسخۃ الارزاق الی میکائیل علیہ السلام ونسخۃ الحروب الی جبرائیل علیہ السلام وکذلک الزلازل والصواعق والخسف ونسخۃ الاعمال الی اسماعیل علیہ السلام صاحب سماء الدنیا وھو ملک عظیم ونسخۃ المصائب الی ملک الموت“

بیان یہ کیا گیا ہے کہ لوح محفوظ سے تمام حکمت والے کام شعبان کی پندرھویں رات (لیلۃ البراءۃ) کو صحیفوں میں لکھ لئے جاتے ہیں اور لیلۃ القدر کو فرشتوں کو وہ امور منتقل کر دیئے جاتے ہیں۔ سال کے لئے رزق کا نظام میکائیل علیہ السلام کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ اور لڑائیوں کا نظام جبرائیل علیہ السلام کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ اور زلزلوں، کڑک اور زمین میں دھنسا دینے اور اعمال کا نظام پہلے آسمان کے منتظم عظیم فرشتے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ اور مصیبتوں کا نظام ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

”وروی عن ابن عباس رضی اللہ عنھما تقضی الاقضیۃ کلھا لیلۃ النصف من شعبان وتسلم الی اربابھا لیلۃ السابع والعشرین من شھر رمضان“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ شعبان کی پندرھویں رات کو تمام امور کے فیصلے کر لئے جاتے ہیں اور رمضان کی ستائیسویں رات کو تمام امور فرشتوں کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں۔

یہاں سے ایک مشکل کا حل نکل آیا:

معترضین کی جانب سے جو یہ کہا جاتا ہے کہ شب برأت سے کسی اہم واقعہ کا تعلق نہیں یہ

غلط ہے، کیونکہ شب برأت کو تمام حکمت والے کاموں کا ایک سال کا نظام لکھ لیا جاتا ہے۔ جو لیلۃ القدر میں فرشتوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

واضح ہوا کہ شب برأت بھی عظمت والی ہے کیونکہ اس میں ایک سال کا نظام لکھ لیا جاتا ہے۔ اور لیلۃ القدر بھی عظمت والی ہے کیونکہ اس میں فرشتوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

قرآن پاک بھی لوح محفوظ سے ملائکہ کے صحیفوں میں شب برأت کو منتقل ہوا پھر صحف ملائکہ سے آسمان دنیا میں لیلۃ القدر میں منتقل ہوا۔ چونکہ لیلۃ القدر کے رمضان میں پائے جانے پر زیادہ اقوال پائے جاتے ہیں۔ اس طرح کوئی اختلاف نہیں رہے گا۔ کیونکہ قرآن کا نزول لیلۃ مبارکہ (شب برأت) میں ہوا۔ یعنی ملائکہ کے صحیفوں میں منتقل ہوا۔

قرآن پاک رمضان میں نازل ہوا، پھر قرآن پاک کا نزول لیلۃ القدر میں ہوا۔ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ قرآن پاک آسمان دنیا میں منتقل ہوا۔ پھر نبی کریم ﷺ پر ضرورت کے مطابق اعلان نبوت کے بعد سے لے کر دنیا سے تشریف لے جانے تک نازل ہوتا رہا۔

غلط فہمی کا ازالہ:

یہ جو کہا جاتا ہے کہ سورۃ دخان مکی ہے جس میں ﴿اِنَّا اَنزَلْنٰهُ فِی لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾ کا ذکر ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کا جنت البقیع میں جانا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا آپ کے پیچھے جانا اور حضور ﷺ کا شب برأت کی فضیلت بیان کرنا مدینہ طیبہ کا واقعہ ان دونوں میں مطابقت نہیں پائی جاتی۔

اس میں معترضین کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے دیدہ دانستہ یا جہالت سے یہ بیان کر دیا ہے۔ تاکہ بے علم عوام کو بھی اپنا ہمنوا بنایا جا سکے ورنہ یہ بات واضح اور روشن ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے پاس مدینہ طیبہ میں آئی ہیں۔ اس لئے آپ کے واقعہ کا تعلق مدینہ طیبہ سے ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلے شب برأت کی فضیلت کا ذکر نہیں کیا۔

قرآن پاک کی آیۃ ہی شب برأت کی فضیلت بیان کرنے کے لئے کافی ہے اور خصوصا جب حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ اور کئی حضرات نے اس آیۃ کریمہ سے مراد شب برأت

لی ہے تو واضح ہوا کہ شب برأت کی فضیلت بعض صحابہ کرام کی تحقیق سے ثابت ہے۔

صحابہ کرام کا اختلاف تحقیق کا اختلاف ہے۔ یہ وہی اختلاف ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا "اختلاف امتی رحمة" میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

معترضین کی دراصل غلطی کی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید مکی سورتوں کی تمام آیات مکی ہیں۔ اور مدنی سورتوں کی تمام آیات مدنی ہیں۔ ان کی یہ سوچ سراسر باطل اور جھوٹ ہے۔

الاتقان میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے بیان فرمایا کہ کئی سورتیں مکی ہیں لیکن ان میں بعض آیات مدنی ہیں لہذا یہ دلیل ناقص ہے کہ سورۃ مکی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کا تعلق مدینہ طیبہ سے ہے تو شب برأت کی فضیلت ہی ثابت نہیں ہوسکتی۔

اگر قرآن پاک سے شب برأت کی فضیلت ثابت نہ ہو لیکن حدیث پاک سے ثابت ہو جائے تو پھر بھی شب برأت کی فضیلت ثابت ہو جائے گی، کیونکہ حدیث پاک سے ہی تو ہم ارکان اسلام یعنی نماز، زکوۃ، روزہ اور حج کے احکام ثابت کرتے ہیں۔ اگر احادیث کو نہ تسلیم کیا جائے تو اسلام کے احکام پر عمل کرنا ممکن ہی نہیں۔

شب برأت کی فضیلت صحاح ستہ سے:

"حدثنا الحسن بن علی الخلال ثنا عبد الرزاق انبأ ابن ابی سبرة عن ابراهیم بن محمد عن معاویة بن عبد الله بن جعفر عن ابیه عن علی بن ابی طالب قال قال رسول الله ﷺ اذا كانت ليلة النصف من الشعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها فان الله ينزل فيها لغروب الشمس الى سماء الدنيا فيقول الاستغفرلی فاغفرله الا مسترزق فارزقه الا مبتلی فاعافيه الا كذا الا كذا حتى يطلع الفجر"

(ابن ماجه باب ما جاء فی ليلة النصف من شعبان ص ۹۹)

حضرت علی المرتضیٰ ؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب شعبان کے نصف کے رات (پندرھویں رات یعنی شب برأت) آئے تو تم رات کو قیام کرو (یعنی نوافل ادا کرو) اور دن کو روزہ رکھو۔ بے شک سورج کے غروب ہونے سے لے کر صبح صادق تک

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول آسمان دنیا پر ہوتا ہے رب تعالیٰ کی طرف سے آواز دی جاتی ہے" خبردار کوئی ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے کہ میں اسے بخش دوں۔ خبردار کیا کوئی رزق طلب کرنے والا ہے کہ میں اسے رزق عطاء کروں، خبردار کیا کوئی مصیبت میں مبتلاء ہے (جو مجھ سے عافیت طلب کرے) کہ میں اسے عافیت عطاء کروں۔ خبردار کوئی اس طرح ہے۔ خبردار کوئی اس طرح ہے۔

وضاحت حدیث:

"وقد يقال لعل المراد ان يقع القيام فی جميع ما يطلق عليه اسم الليل من اجزاء تلك الليۃ وهو ابلغ من القيام فيها وحسنه ايضا مقابلة قوله (وصوموا يومها) ای فی نهار تلك الليۃ بكماله"

رات کو قیام کے متعلق بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ رات کے کچھ حصہ میں عبادت کرے، لیکن بعض حضرات نے کہا ہے کہ تمام رات قیام کرے یعنی تمام رات عبادت میں گذار دے، یہ معنیٰ لینا زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ اس کے مقابل دن کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور روزہ چونکہ تمام دن کا ہوتا ہے۔ تو دن تمام ہی جب عبادت میں گذارنا ہے تو رات بھی تمام عبادت میں گذارنا مستحب ہے۔

نبی کریم ﷺ کے ارشاد سے بھی تائید مل رہی ہے کہ تمام رات ہی عبادت میں گذارنا مستحب ہے کیونکہ آپ نے فرمایا:

"فان الله تعالیٰ ينزل فيها لغروب الشمس الی السماء الدنيا...... حتی يطلع الفجر"

بیشک اللہ تعالیٰ غروب شمس سے لے کر صبح صادق تک پہلے آسمان پر نزول فرماتا ہے۔

اس سے مراد بھی تمام رات واضح طور پر سمجھ آرہی ہے۔ تاہم علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے بعض رات کا ذکر کیا ہے کہ بعض رات قیام کرے، جس طرح ﴿لَيْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ میں بعض رات مراد ہے، اسی طرح یہاں بھی بعض رات مراد ہے۔

راقم کے نزدیک اہل علم کی تحقیق اور علمی بحثوں سے ہر شخص فائدہ حاصل کر لیتا ہے۔ اللہ

تعالیٰ کے نیک بندے جن کو رب تعالیٰ نے توفیق عطاء کررکھی ہے وہ تمام رات جاگ کر عبادت میں گزار دیتے ہیں۔اور ہمارے جیسے گنہگار بھی کچھ وقت عبادت میں گزار کر نیک لوگوں کی عبادت میں شریک ہوجاتے ہیں۔

اعتراض:

"ان اللہ ینزل فیھا" کا تو مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات آسمان دنیا پر اترتا ہے" یہ کیسے صحیح ہے۔اس سے تو اللہ تعالیٰ کا جسم ماننا لازم آئے گا۔حالانکہ اللہ تعالیٰ کا جسم سے پاک ہے۔

جواب:

(فان الله تعالىٰ ينزل)اى يتجلى بصفة الرحمة تجليا عاما لا يختص بارباب الخصوص ولا وقت دون وقت(فيها) اى فى تلك اللية (لغروب الشمس)اى اول وقت غروبها(الى السماء الدنيا)متعلق لينزل بتضمين ناظرا العناية الى جهة السماء الدنيا التى هى مشتملة على ابواب فتوحات ارباب الدنيا وقبلة دعائهم ومصعد اعمالهم ومرتقى ارواحهم"

اللہ تعالیٰ کے نزول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی رحمت کی تجلیات کو عام فرماتا ہے۔اس میں خاص حضرات جو تقوی میں بلند مقام رکھتے ہیں ان کی خصوصیت اس رات میں نہیں،نہ ہی کسی خاص وقت یعنی وقت سحر کا لحاظ بھی نہیں، بلکہ تمام رات رحمت باری تعالیٰ کا نزول ہوتا ہے۔اور مومن اس رحمت سے فائدہ حاصل کرسکتا ہے۔

اس وضاحت سے معترضین کا اعتراض اٹھ گیا کہ اللہ تعالیٰ کا آسمانوں پر نازل ہونا تسلیم کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کا جسم ماننا لازم آئے گا۔

یہ رسول اللہ ﷺ کا کلام ہے جو شان اہل بیت کو سب سے زیادہ سمجھتے تھے،مطلب وہی ہے جو ذکر کردیا گیا ہے کہ مراد تجلیات رحمت کا ظہور ہے۔

معترضین نے شائد قرآن پاک نہیں پڑھا:

آیئے قرآن پاک کو دیکھئے رب ذوالجلال نے جو ارشاد فرمایا اس میں بھی الفاظ محفوظ ہیں اور بامحاورہ ترجمہ مراد۔

﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ﴾

کا ہے "کہ انتظار میں ہیں مگر یہی کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے چھائے ہوئے بادلوں میں۔

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے ترجمہ کو تفاسیر کے آئینہ میں دیکھیں:

(الا ان یاتیهم الله)ای امره کقوله او یاتی امر ربك ای عذابه (فی ظلل) جمع ظلة(من الغمام)السحاب (جلالین)

(الا ان یاتیهم الله)ای امره وبأسه (مدارك)

(الا ان یاتیهم الله) ای یاتیهم امره او باسه (بیضاوی)

ان تمام تفاسیر نے وہی مطلب بیان کیا جو اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے ترجمہ سے واضح ہے کہ مراد اللہ تعالیٰ کے آنے سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا آنا ہے۔

دوسرے مقام پر رب تعالیٰ نے فرمایا ﴿اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ﴾ یا آجائے تمہارے رب کا حکم۔ اس آیۃ میں رب تعالیٰ کے حکم آنے سے مراد بھی عذاب کا آنا ہی ہے۔

تنبیہ: مذکورہ بالا آیۃ کریمہ کا ترجمہ باقی مترجمین نے ظاہر الفاظ کے مطابق کیا ہے۔ لیکن رب تعالیٰ کے جسم ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں۔ تراجم پر نظر کریں۔

ترجمہ	مترجم
کیا وہ اس کی راہ دیکھتے ہیں کہ آوے ان پر اللہ ابر کے سائبانوں میں۔	محمود الحسن
کیا لوگ یہی انتظار رکھتے ہیں کہ آوے ان پر اللہ ابر کے سائبانوں میں۔	شاہ عبدالقادر
یہ لوگ صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ حق تعالیٰ اور فرشتے بادل کے سائبانوں میں ان کے پاس آویں۔	اشرف علی
کیا اب وہ اس کے منتظر ہیں کہ اللہ بادلوں کا چتر لگائے فرشتوں کے پرے ساتھ لئے خود سامنے آموجود ہو۔	مودودی
(یہ لوگ) تو بس اسی کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس خدا بادل کے سائبانوں میں آجائے۔	عبدالماجد

نہیں انتظار کرتے مگر یہ کہ ان کے پاس اللہ بیچ سایوں کے بادلوں سے آ جائے	شاہ رفیع الدین

﴿وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ (پ ۳۰)

اورتمہارے رب کا حکم آئے اور فرشتے قطار قطار۔ (اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان)

تفاسیر نے بھی یہی معنی بیان کیا ہے جو اعلیٰ حضرت نے بیان کیا ہے۔

﴿وَجَاءَ رَبُّكَ﴾ ای امرہ، (جلالین) اورتمہارے رب کا حکم آئے۔

﴿وَجَاءَ رَبُّكَ﴾ ای جاء امر ربك بالمحاسبة والمجازة ۔ (کبیر)

اور آئے تمہارے رب کا حکم محاسبہ اور جزاء کا۔

"وجاء امرہ وقضاءہ" (تفسیر ابی السعود) اورتمہارے رب کا حکم اور تمہارے رب کا فیصلہ آئے۔

اس آیۃ سے بھی واضح ہوا کہ حدیث پاک میں رب تعالیٰ کے آسمان دنیا پر نزول کرنے کا مطلب بھی حذف مضاف کے ضابطہ کے مطابق ہے۔ جس طرح (وجاء ربك) میں حذف مضاف ہے۔

ہاں یہ خیال رہے کہ یہاں بھی مترجمین نے ظاہر الفاظ کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔ پھر محشی حضرات نے وضاحت کی۔

اور آئے تیرا رب فرشتے قطار قطار	محمود الحسن صاحب

البتہ "اور آئے تیرا رب" اس پر حاشیہ میں یہ لکھا گیا ہے "یعنی اپنی قہری تجلی کے ساتھ جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔

اور تیرا رب (خود) آجائے گا اور فرشتے صفیں باندھ	مولوی محمد جونا گڑھی

۞ حدثنا راشد بن سعید بن راشد الرملی ثنا الولید عن ابن لهیعة عن الضحاك بن عبد الرحمن بن عرزب عن ابی موسیٰ الاشعری عن رسول الله ﷺ قال ان الله لیطلع فی لیلة النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقه الا لمشرك او مشاحن"

(ابن ماجه باب ما جاء فی لیلة النصف من شعبان ص۹۹)

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت کا شعبان کے نصف کی رات (شب برأت) میں ظہور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کو معاف فرماتا ہے سوائے مشرک اور لوگوں سے بغض رکھنے والے اور دشمنی کرنے والے کے۔

وضاحت حدیث:

"(ان اللہ لیطلع) بتشدید الطاء ای یتجلی علی خلقه بمظهر الرحمة العامة والاکرام الواسع قاله ابن حجر وقال الطیبی ینزل وقد مر والاظهر ان یقال ینظر نظر الرحمة السابقة والمغفرة البالغة"

نبی کریم ﷺ کے ارشاد میں "ان اللہ لیطّلع" میں طاء پر شد ہے۔ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحمت عامہ کو اور وسیع اکرام کو ظاہر کرنے کے لئے تجلی فرماتا ہے۔ یہ قول حضرت ابن حجر رحمہ اللہ کا ہے اور علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نزول فرماتا ہے۔ لیکن علامہ طیبی رحمہ اللہ کا معنی حضرت ابن حجر رحمہ اللہ کے معنی سے کوئی مختلف نہیں، بلکہ مطلب وہی ہے جو پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر اپنی رحمت عامہ سے تجلی فرماتا ہے۔ اور علامہ علی قاری رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ معنی یوں کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی سبقت کرنے والی رحمت فرماتا ہے اور کامل مغفرت کرتا ہے۔

(فیغفر لجمیع خلقه) نصف بذنبه المعترف بتقصیره وعیبه"

جو لوگ گنہگار ہوتے ہیں لیکن اپنے گناہوں اور اپنی کوتاہیوں کے عیوب کا اقرار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام کو شب برأت کو معاف فرماتا ہے اور مغفرت فرماتا ہے۔

(الا المشرك) ای کافر بایّ نوع من الکفر فان اللہ لا یغفر ان یشرك به" (او) للتوبع (مشاحن) ای مباغض ومعاد لاحد لا لاجل الدین"

اس رات کو بھی مشرک کی اور کسی قسم کے کفر میں مبتلاء کافر کی بخشش رب تعالیٰ نہیں فرمائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ کسی مشرک کی مغفرت نہیں فرمائے گا۔ اسی طرح لوگوں سے بغض رکھنے والا اور عداوت رکھنے والا رب تعالیٰ کی مغفرت سے محروم رہے گا۔

البتہ اس کا بغض اور اس کی عداوت دنیا کی وجہ سے ہو، جس میں اس کی اپنی خواہشات نفسانیہ کا دخل ہو۔ اگر کوئی شخص کسی بے دین سے بغض رکھے تو یہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا ذریعہ ہے۔

تنبیہ:

شب برأت کو اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کے معاف کرنے کا عام اعلان فرماتا ہے۔ لوگ عبادت کریں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کریں تو رب تعالیٰ ان کی مغفرت فرماتا ہے۔
لیکن بندوں کے حقوق معاف نہیں فرماتا جب تک بندے خود معاف نہ کریں اسی طرح کافر جب تک کفر پر قائم رہے اور لوگوں سے دنیاوی اغراض کی وجہ سے عداوت کرنے والا عداوت پر قائم رہے جو ان کی مغفرت شب برأت کو بھی نہیں کی جاتی البتہ کافر اپنے کفر سے تائب ہو کر مسلمان ہو جائے، اسی طرح لوگوں سے بغض رکھنے والا اور عداوت رکھنے والا بغض اور عداوت کو چھوڑ کر توبہ کر لے تو اس کی توبہ بھی قبول ہو جاتی ہے۔ (از مرقاۃ ۳ ص ۱۹۶)

حدثنا محمد بن اسحاق ابو الاسود الانضر بن عبد الجبار ثنا ابن لهيعة عن الزبير بن سليم عن الضحاك بن عبد الرحمن عن ابيه قال سمعت ابا موسى عن النبی ﷺ نحوه“
(ابن ماجه باب ما جاء فی ليلة النصف من شعبان صع)

ابھی جس حدیث کا ذکر کیا ہے اسی کی طرح ایک اور حدیث بھی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ البتہ اس کی سند مختلف ہے۔ دونوں حدیثوں کی اسناد کو مکمل طور پر ذکر کر دیا گیا ہے۔

تنبیہ:

ابھی تک جو احادیث ابن ماجہ سے ذکر کی ہیں، ان میں مدینہ طیبہ کا کوئی ذکر نہیں۔ لہذا شب برأت کی فضیلت سے پہلے ہی نبی کریم ﷺ نے بیان فرما دی ہو۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چونکہ مدینہ طیبہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں ان کو اچانک یہ خیال نہ آیا ہو کہ نبی کریم

ﷺ کہاں تشریف لے گئے۔اسے سمجھنے میں، میں اہل علم وبصیرت کے لئے تو کوئی مشکل نہیں ،البتہ علم کی ہوا ہی نہ لگی ہو تو وہ اپنے عقلی گھوڑے دوڑا کر گہرے گڑھے میں گر جائے تو ایسا ممکن ہے۔

❁ حدثنا عبدة بن عبد الله الخزاعی ومحمد بن عبد الملك ابو بكر قالاثنا يزيد بن هارون انبأ حجاج عن يحيى بن ابى كثير عن عروة عن عائشة قالت فقدت النبى ﷺ ذات ليلة فخرجت اطلبه فاذا هو بالبقيع رافع رأسه الى السماء فقال يا عائشة اكنت تخافين ان يحيف الله عليك ورسوله قالت قد قلت ومابى ذلك ولكنى ظننت انك اتيك بعض نسائك ،فقال ان الله تعالىٰ ينزل ليلة النصف من شعبان الى السماء الدنيا فيغفر لاكثر من عدد شعر غنم كلب"

(ابن ماجه باب ماجاء فى ليلة النصف من شعبان ص ٩٩)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ایک رات نبی کریم ﷺ کو گم پایا،تو میں آپ کی تلاش کے لئے نکلی تو آپ بقیع (جنت البقع قبرستان) میں آسمان کی طرف سر اٹھائے ہوئے تھے۔تو آپ نے فرمایا اے عائشہ! کیا تم یہ خوف کر رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تم پر ظلم کر رہے ہیں؟ آپ کہتی ہیں میں نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ ﷺ! میں نے یہ خیال نہیں کیا۔البتہ یہ گمان کیا کہ آپ کی ازواج مطہرات میں سے کوئی آپ کے پاس آئی ہو (تو اس نے آپ کو بلا لیا ہو) تو حضور ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اپنی رحمت عامہ اور رحمت کاملہ سے نصف شعبان کی رات یعنی شب برأت کو آسمان دنیا (پہلے آسمان) پر نزول فرماتا ہے۔بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ (گناہوں کی) مغفرت فرماتا ہے۔

وضاحت حدیث:

یہ واقعہ اس رات کو درپیش آیا جو حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری والی رات تھی۔نبی کریم ﷺ کے اچانک اٹھ کر چلے جانے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خیال ہوا کہ شاید آپ کو کسی دوسری زوجہ نے اپنے پاس طلب کیا ہے۔اسی وجہ سے آپ حضور ﷺ کی تلاش

میں نکلیں۔

نبی کریم ﷺ کا قبرستان میں جانا بھی اسی وجہ سے تھا کہ اس رات کو حکمت والے کام بانٹ دیئے جاتے ہیں۔موت وحیات کا فیصلہ کرلیا جاتا ہے۔لہذا قبرستان میں جانے سے موت یاد آتی ہے۔رب تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے ذکر میں وہ وقت گذرتا ہے۔

پھر آپ کا آسمان کی طرف منہ اٹھانا اس وجہ سے تھا کہ آسمان قبلہِ دعاء ہے۔جیسا کہ علامہ نووی رحمہ اللہ نے آداب دعاء میں نقل فرمایا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا"اکنت تخافین ان یحیف اللہ علیک ورسولہ" (کیا تم یہ خوف کر رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تم پر ظلم کر رہے تھے) اس لئے تھا کہ کیا تمہیں یہ خیال ہوا کہ تمہاری باری پر میں کسی اور زوجہ کے پاس چلا گیا۔"وھذا مناف لمن تصدی بمنصب الوسالۃ" یہ کام اس ذات کے لائق نہیں جسے منصب رسالت حاصل ہو۔

پھر نبی کریم ﷺ نے اپنے فعل کو رب تعالیٰ کی طرف بھی منسوب کر کے واضح کر دیا کہ میرا ہر فعل اللہ تعالیٰ کے مرضی کے مطابق ہوتا ہے۔اگر کوئی شخص میری طرف ظلم کو منسوب کرے گا تو وہ درحقیقت رب تعالیٰ کی طرف منسوب ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کیا خوب حکیمانہ جواب تھا۔"وما بی ذلک" ایسا خیال تو مجھے نہیں، گویا کہ آپ نے یہ عرض کیا کہ مجھے معلوم ہے۔رب تعالیٰ نے آپ کو یہ ارشاد فرمایا﴿تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ﴾ پیچھے ہٹاؤ ان میں سے (اپنی ازواج میں سے) جسے چاہو اور اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو۔

گویا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ تھا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ اپنی بیویوں کے معاملہ میں باری مقرر کرنا کوئی لازم تو نہیں لیکن آپ اپنے اخلاق کریمانہ سے اس کا لحاظ بہت کرتے ہیں۔اسی لئے محبت کی وجہ سے میرے دل میں یہ بات آگئی کہ آپ کو کسی دوسری زوجہ نے نہ طلب کرلیا ہو۔

"ولیس یلیق بشانی ان انسبک الی الحیف والظلم"

یا رسول اللہﷺ! یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ میں آپ کو زیادتی اور ظلم کی طرف منسوب کروں۔ عظیم عادل کے متعلق ظلم کی نسبت کا سوچنا ہی ممکن نہیں۔

۞ "حدثنا احمد بن منيع يزيد بن هارون نا الحجاج بن ارطاة عن يحيى بن ابى كثير عن عروة عن عائشة قالت فقدت رسول اللهﷺ ليلة فخرجت فاذا هو بالبقيع فقال اكنت تخافين ان يحيف الله عليك ورسوله قلت يا رسول اللهﷺ ظننت انك اتيت بعض نسائك فقال ان الله تبارك وتعالىٰ ينزل ليلة النصف من شعبان الى سماء الدنيا فيغفر لاكثر من عدد شعر غنم كلب، وفى الباب عن ابى بكر الصديق"

(ترمذى باب ما جاء فى ليلة النصف من شعبان ص ۹۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ایک رات رسول اللہﷺ کو گم پایا، تو میں (آپ کو تلاش کرنے کے لئے) نکلی، آپ بقیع میں تھے، تو آپ نے فرمایا کیا تم یہ خوف کر رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تم پر ظلم کر رہے ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ میں نے (صرف) یہ گمان کیا کہ آپ اپنی کسی اور زوجہ کے پاس چلے گئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ شعبان کے نصف کی رات (شب برأت) کو آسمان دنیا پر اپنی رحمت کاملہ کو نازل فرماتا ہے، بنوکلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ (گناہ) بخشتا ہے۔

اس باب میں (یعنی شب برأت کی فضیلت میں) حضرت ابو بکرؓ سے بھی حدیث مروی ہے۔

اعتراض: ترمذی کی جو حدیث تم نے پیش کی ہے اس کے آخر میں یہ بھی ذکر ہے۔

"قال ابو عيسىٰ حديث عائشة لا نعرفه الا من هذا الوجه من حديث الحجاج وسمعت محمدا يقول يضعف هذا الحديث وقال يحيى بن ابى كثير لم يسمع من عروة قال محمد والحجاج يسمع من يحيى بن ابى كثير"

ابوعیسیٰ ترمذی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث صرف حجاج بن ارطاۃ کی روایت سے آتی ہے۔ کسی اور راوی سے ثابت نہیں۔ اور ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن اسماعیل بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

بخاری نے یہ کہا ہے کہ یحییٰ بن کثیر نے عروہ سے نہیں سنا۔ اور بخاری نے یہ کہا ہے کہ حجاج نے یحییٰ بن ابی کثیر سے نہیں سنا۔

ترمذی کی اس وضاحت کے بعد ہمارا یہ کہنا صحیح ہے کہ یہ حدیث ضعیف، من گھڑت، خود ساختہ ہے۔

جواب: تمہارا اعتراض کئی غلطیوں کی وجہ سے ہے، وہ تمام غلطیاں فقط علم سے دوری کی وجہ سے ہیں۔

ایک غلطی یہ ہے کہ ضعیف حدیث کو اور من گھڑت، خود ساختہ کو ایک سمجھ لیا گیا ہے۔

دوسری غلطی کی وجہ یہ ہے کہ یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ ضعیف حدیث کسی طرح بھی قابل قبول نہیں۔

تیسری غلطی کی وجہ یہ ہے کہ یہ فرق نہیں کیا گیا کہ ایک حدیث کے ضعیف ہونے سے دوسری احادیث کا ضعیف ہونا لازم نہیں۔

چوتھی غلطی کی وجہ یہ ہے کہ یہ نہیں سمجھا گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کا حسن لغیرہ ہونا نہیں سمجھا گیا۔

﴿معترض کی غلطیوں پر تفصیلی بیان﴾

پہلی غلطی:

ضعیف حدیث کو من گھڑت اور خود ساختہ کہنا غلط ہے۔ کیونکہ من گھڑت اور خود ساختہ کو موضوع کہا جاتا ہے۔ موضوع اور ضعیف کو ایک سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے۔

ضعیف حدیث کی تعریف:

”وما فقد فيه الشرائط المعتبرة فى الصحيح كلا او بعضا فهو ضعيف“

جس حدیث میں صحیح حدیث کی مکمل یا بعض شرائط نہ پائی جائیں وہ حدیث ضعیف ہے۔

صحیح کی شرائط یہ ہیں کہ راوی کے عادل ہونے کا یقین ہو۔ اس کے کامل حافظے کا یقین ہو۔ راوی میں کوئی خفی ایسے عیوب نہ ہوں جن پر اس فن کے ماہر حضرات یہ کہیں کہ یہ عیوب تو صحیح حدیث کے خلاف ہیں۔ اور راوی کی روایت ثقہ راویوں کے خلاف نہ ہو۔

موضوع:

”حدیث المطعون بالکذب یسمی موضوعا ومن ثبت عند تعمد الکذب فی الحدیث وان کان وقوعہ فی العمر مرۃ وان تاب من ذلك لم یقبل حدیثہ ابدا“

جس شخص کے متعلق یہ معلوم ہو جائے کہ یہ من گھڑت جھوٹی حدیثیں بیان کرتا ہے، وہ حدیث موضوع ہے۔ اگر کسی شخص سے ایک جھوٹی حدیث ثابت ہو جائے تو تمام عمر اس کی کوئی روایت قبول نہیں کی جائے گی خواہ وہ توبہ بھی کیوں نہ کرے۔

واضح ہوا:

کہ موضوع حدیث درحقیقت حدیث ہی نہیں ہوتی۔ اس کو من گھڑت یا خود ساختہ کہنا ٹھیک ہے۔ لیکن ضعیف حدیث حقیقت میں حدیث ہی ہوتی ہے البتہ راوی ثقہ نہیں ہوتا بلکہ غیر ثقہ ہوتا ہے۔

دوسری غلطی:

یہ کہنا ضعیف حدیث بالکل معتبر ہی نہیں یہ غلط ہے۔ بلکہ ضعیف حدیث سے احکام واجبہ ثابت نہیں ہوتے لیکن مستحبات ثابت ہوتے ہیں اور فضائل میں ضعیف حدیث معتبر ہوتی ہے۔ پھر ضعیف حدیث جو متعدد طرق سے ثابت ہو جائے وہ حسن لغیرہ بن جاتی ہے اس سے احکام واجبہ بھی ثابت ہو جاتے ہیں۔

”الاحتجاج فی الاحکام بالخبر الصحیح مجمع علیہ و کذلك بالحسن لذاتہ عند عامۃ العلماء وھو ملحق بالصحیح فی باب الاحتجاج وان کان دونہ فی المرتبۃ،والحدیث الضعیف الذی بلغ بتعدد الطرق مرتبۃ الحسن لغیرہ ایضا مجمع وما اشتھر ان الحدیث الضعیف معتبر فی فضائل الاعمال لا فی غیرھا المراد مفرداتہ لا مجموعھا لانہ داخل فی الحسن لا فی الضعیف صرح بہ الائمۃ“

صحیح حدیث سے دلیل پکڑنا اور اس سے احکام ثابت کرنا جائز ہے۔ اس پر علماء کا اتفاق

ہے۔اور حسن لذاتہ حدیث بھی اکثر علماء کے نزدیک احکام ثابت کرنے میں اور دلیل بنانے میں صحیح کے ساتھ ملحق ہے اگرچہ صحیح سے مرتبہ کے لحاظ سے کم ہے۔اور ضعیف حدیث جو متعدد طرق (مختلف اسناد) سے ثابت ہو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔اس سے احکام ثابت کرنے اور اسے دلیل بنانے پر بھی علماء کا اتفاق ہے کہ اس سے احکام ثابت ہو جاتے ہیں۔

یہ مشہور ہے کہ ضعیف حدیث صرف فضائل میں معتبر ہے اس سے احکام واجبہ ثابت نہیں یہ اس وقت ہے جب ضعیف حدیث اکیلی ہو۔اسے دوسری سندوں سے ثابت ہونے والی ضعیف حدیثوں کی تائید حاصل نہ ہو۔اگر ضعیف حدیث کو دوسری ضعیف حدیثوں سے تائید حاصل ہو جائے تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے ضعیف رہتی ہی نہیں اس سے احکام ثابت ہونے پر اتفاق ہے۔

تیسری غلطی:

معترضین نے یہ سمجھ لیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ضعیف ہے تو شب برأت کی فضیلت ہی ثابت نہیں۔لیکن یہ ان کی صریح غلطی ہے کیونکہ ترمذی نے بیان کیا ہے کہ شب برأت کی فضیلت کی حدیث حضرت ابو بکر ؓ سے بھی ثابت ہے۔اور ابن ماجہ نے شب برأت کی فضیلت میں ایک حدیث حضرت علی ؓ کی روایت سے ذکر کی ہے۔اور دو حدیثیں حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ کی روایت سے ذکر کی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے ضعیف ہونے سے دوسری تمام روایات ضعیف نہیں ہوں گئی۔کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بخاری نے حجاج اور یحییٰ بن کثیر کی بنسبت ضعیف کہا ہے۔جب کہ دوسری روایات میں یہ دونوں راوی نہیں۔پھر بخاری نے بھی ان پر کذب وغیرہ کی کوئی تہمت نہیں لگائی، بلکہ صرف یہ کہا ہے کہ حجاج نے یحییٰ بن کثیر سے نہیں سنا اور یحییٰ بن کثیر نے عروہ سے نہیں سنا۔

یہ وجہ:

ضعف بہت نرم ہے کیونکہ براہ راست نہ سنا ہو بالواسطہ سنا ہو۔مجازاً اصل راوی کا ذکر کر دیا

ہوتو اس میں وہ عیب نہیں جو کذب وغیرہ کی تہمت کی وجہ سے پایا جاتا ہے۔

چوتھی غلطی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو بخاری رحمہ اللہ نے ضعیف کہا لیکن یہ نہیں کہا کہ اس حدیث کو کسی اور حدیث سے تائید حاصل نہیں۔دوسری تائید کرنے والی احادیث کو پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔لہذا واضح ہوگیا کہ یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔اس سے تو احکام واجبہ بھی ثابت ہو جاتے ہیں۔

نتیجہ واضح ہوا:

شب برأت کی فضیلت میں ایک حدیث نہیں بلکہ اور احادیث بھی ہیں۔ان احادیث کو ضعیف نہیں کہا گیا اگر بالفرض سب حدیثیں ضعیف بھی ہو جائیں تو مختلف اسناد سے ثابت ہونے والی ضعیف احادیث مل کر حسن لغیرہ کا درجہ حاصل کر لیتی ہیں۔جن کو بالاتفاق دلیل کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے اور احکام بھی ثابت ہوسکتے ہیں۔پھر بھی یہ خیال رہے کہ کسی کا یہ عقیدہ نہیں کہ شب برأت کو جاگنا واجب ہے اور عبادت واجب ہے۔بلکہ عقیدہ یہ ہے کہ رات کو جاگنا مستحب ہے کہ اس میں نوافل ادا کئے جائیں،نوافل ہے ہی عبادت مستحبہ کا نام اس لئے اگر ایک ضعیف حدیث بھی ہوتی تو نفلی عبادات کا ثابت کرنا جائز تھا۔

جھوٹ کا پول کھل گیا:

یہ کہنا کہ شب برأت کی فضیلت میں صحاح ستہ کی کسی کتاب میں حدیث نہیں یہ سراسر جھوٹ ہے۔راقم نے ابن ماجہ اور ترمذی سے احادیث ذکر کردی ہیں۔

صحاح ستہ کی رٹ لگاتے رہنا غلط ہے۔حدیث کے صحیح ہونے یا ضعیف ہونے کا معیار راویوں پر ہے نہ کہ کسی کتاب پر۔

مقام تفکر!

میں نے اسی عنوان ''مقام تفکر'' سے ایک بحث اپنے رسالہ ''امام اعظم اور فقہ حنفی'' میں ذکر

کی ہے جو میری کتاب ''نماز حبیب کبریاء'' کے مقدمہ میں بھی مذکور ہے۔

اسی کو یہاں بھی ذکر کر رہا ہوں کہ صحاح احادیث صرف صحاح ستہ میں بند نہیں۔ اگر چہ اس بحث کا بنیادی تعلق تو فقہ حنفی سے ہی ہے۔ لیکن اس زیر بحث مضمون کے لئے بھی بہت مفید ہے۔ وہ بحث یہ ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ کی ولادت ۸۰ھ اور وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ اور امام بخاری کی پیدائش ۱۹۴ھ میں اور وفات ۲۵۶ھ میں ہوئی۔ اور امام مسلم کی ولادت ۲۰۴ھ اور وفات ۲۶۱ھ میں ہوئی۔ باقی صحاح ستہ والے ان کے بعد پیدا ہوئے۔

اب خود غور و فکر کریں کہ دو سو سال تک مسلمان کیا دین سے اور علم حدیث سے بے خبر تھے؟

لوگوں کو گمراہ کرنے کی ایک سازش یہ کی جاتی ہے کہ صرف وہ حدیثیں معتبر ہیں جو صحاح ستہ میں ہیں۔ یہ بھی ایک غلط روش ہے کیونکہ صحیح احادیث صرف صحاح ستہ ہی میں نہیں ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''وقد حدث هذا فرقة من المبتدعة اطالوا السنتهم بالطعن على ائمة الدين بان مجموع ماصح عندكم من الاحاديث لم يبلغ زهاء آلاف''

ایک نیا بدعتی فرقہ ایجاد ہو چکا ہے جو ائمہ کرام پر طعن کی زبانیں لمبی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارے پاس تو دس ہزار تک صحیح حدیثیں نہیں پہنچیں۔

حالانکہ ان کا قول سراسر باطل ہے کیونکہ امام بخاری خود کہتے ہیں۔

''حفظت من الصحاح مائة الف حديث ومن غير الصحاح مائتى الف''

میں نے صحیح حدیثیں ایک لاکھ حفظ کیں اور غیر صحیح حدیثیں یعنی، حسن، ضعیف، وغیرہ دو لاکھ یاد کیں۔

حالانکہ بخاری نے اپنی کتاب میں صرف سات ہزار دو سو پچھتر (۷۲۷۵) احادیث جمع کیں۔ جبکہ کثیر حدیثیں تکرار سے آئی ہوئی ہیں اگر تکرار کر حذف کیا جائے تو صرف چار ہزار حدیثیں باقی رہ جاتی ہیں۔

یہ بھی خیال رہے کہ بخاری اور مسلم نے یہ نہیں کہا کہ صحیح حدیثیں صرف وہی ہیں جو ہم نے جمع کی ہیں۔ بلکہ امام بخاری کہتے ہیں۔

"ما اوردت فی کتابی هذا الا ما صح ولقد ترکت کثیرا من الصحاح"
میں نے اپنی صحیح میں صرف صحیح حدیثوں کو جمع کیا ہے لیکن بہت سی حدیثوں کو جمع نہیں بھی کیا۔

امام مسلم کہتے ہیں:

"الذی اوردت فی هذا الکتاب من الاحادیث صحیح ولا اقول ان ما ترکت ضعیف"
میں نے اس کتاب میں جو احادیث جمع کی ہیں وہ صحیح ہیں لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ میں نے جن کو ذکر نہیں کیا وہ ضعیف ہیں۔

واضح ہوا کہ یہ رٹ لگانا کہ حدیث وہی معتبر ہے جو صحاح ستہ میں ہو یہ اپنی زبان سے اپنی جہالت کا ثبوت پیش کرنا ہے۔

"ولقد صنف الآخرون من الائمة صحاحا مثل ابن خزیمه وصحیح ابن حبان وصحیح الحاکم ابی عبد الله النیشابوری المسمی بالمستدرك وصحیح ابن عوانة وابن السکن والمنتفی لابن جارود وهذه الکتب کلها مختص بالصحاح ولقد اورد السیوطی فی کتاب جمع الجوامع من کتب کثیرة یجاوز خمسین مشتملة علی الصحاح والحسن والضعاف"
یعنی دوسرے ائمہ نے بھی صحیح احادیث جمع کی ہیں اور صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان، حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری کی صحیح جس کا نام مستدرک ہے اور صحیح ابن عوانہ اور صحیح ابن جارود کی صحیح منتقیٰ۔ یہ سب کتب صحیح احادیث پر مشتمل ہیں، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے جمع الجوامع میں احادیث کی پچاس سے زائد کتب کا ذکر کیا ہے جن میں صحیح، حسن اور ضعیف حدیثیں پائی جاتی ہیں۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دن رات یہ رٹ لگانے والے کہ ہم تو صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں وہ بھی صحاح ستہ کو اور اس کے بعد کی کسی کتاب کو نہیں مانتے تو وہ جب حدیث کی سند پر بحث کرتے ہیں یہ حدیث ضعیف ہے تو قرآن سے کیسے ثابت کریں گے کہ یہ ضعیف ہے اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال سے کیسے ثابت کریں گے یہ

حدیث ضعیف ہے۔ جب وہ بعد کی لکھی ہوئی کتب سے اسماء الرجال کی بحثوں کو صحیح مانتے ہیں تو فقہی مسائل کو تسلیم کرنے میں انہیں کیا تکلیف ہوتی ہے جبکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے اجتہادات امام بخاری و مسلم کی پیدائش سے پہلے کے ہیں۔ بات صرف ضد اور ہٹ دھرمی کی ہے اور اس کا کوئی علاج نہیں حقیقت پسندی ہی انسانیت ہے۔

قبروں کی زیارت کا حکم:

یہ دلیل دینا کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو قبروں پر جانے سے منع کیا اور قبروں پر جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی، یہ ناقص دلیل ہے۔ کوئی مسئلہ بھی جب مکمل نہ سمجھا جائے اور ادھورا مسئلہ بیان کر کے مبلغ بننے کا شوق پورا کیا جائے تو وہی باعث فتنہ وفساد ہے۔ آیئے مسئلہ کی تفصیل دیکھئے عقدہ خود بخود حل ہو جائے گا۔

صاحب قبر کو زائر سے سکون ملتا ہے:

"اخرج ابن ابی الدنیا فی کتاب القبور عن عائشة قالت قال رسول اللہ ﷺ ما من رجل یزور قبر اخیه ویجلس وعنده الا استأنس به ورد علیه حتی یقوم"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب بھی کوئی شخص اپنے (مسلمان) بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے تو اسے سکون وراحت میسر ہوتی ہے اور وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے یہاں تک کہ وہ کھڑا ہوتا ہے۔

یعنی اس شخص کے اٹھ کر جانے تک یہی کیفیت رہتی ہے کہ اس شخص کے قبر والے کو انس ہوتا ہے اور سکون حاصل ہوتا ہے۔

قبر کی زیارت زہد اور آخرت کی یاد کا باعث ہے:

حضرت ابن مسعود ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها فانها تزهد فی الدنیا وتذکر الآخرة" (ابن ماجہ، مشکوۃ باب زیارت القبور)

میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب قبروں کی زیارت کیا کرو، اس سے دنیا میں زہد (تقویٰ) حاصل ہوگا، اور آخرت کی یاد حاصل ہوگی۔

وضاحت حدیث:

نبی کریم ﷺ نے پہلے قبروں کی زیارت سے منع فرمایا تھا، کیونکہ زمانہ جاہلیت قریب تھا لوگ بت پرستی کے عادی تھے، اس لئے منع کیا تھا کہ لوگ قبر والوں کو معبود نہ سمجھ لیں۔

جب صحابہ کرام کے دلوں میں اسلام اور اسلامی طور طریقے راسخ ہو گئے تو آپ نے اجازت فرمادی۔

اس حدیث پاک میں قبروں کی زیارت کی اجازت دی اور حکم فرمایا کہ قبروں کی زیارت کیا کرو، ساتھ وجہ بھی بیان فرمائی کہ قبروں کی زیارت سے نیکی وتقویٰ حاصل ہوتے ہیں۔ اور آخرت کی یاد آتی ہے۔ کیونکہ قبروں کی زیارت سے موت یاد آتی ہے۔

دوسری حدیث میں موت کو زیادہ یاد کرنے کا حکم دیا:

❁ "عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اکثروا ذکر هاذم اللذات الموت" (رواه الترمذی والنسائی وابن ماجه، مشکوة باب ما يقال عنه من حضره الموت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لذتوں کو ختم کرنے والی چیز یعنی موت کو زیادہ یاد کیا کرو۔

دونوں حدیثوں کو ملا کر پڑھیں تو نبی کریم ﷺ کے ارشادات کا مطلب یہ ہوگا کہ دنیا کی لذتوں کو ختم کردینے والی چیز موت کو زیادہ یاد کیا کرو کیونکہ اس سے اپنی موت یاد آئے گی، جب اپنی موت یاد آئے گی تو انسان تقویٰ حاصل کرے گا تقویٰ حاصل ہونے سے آخرت کی یاد ہو گی۔ اور تقویٰ کا حصول اور آخرت کی یاد قبروں کی زیارت سے حاصل ہوتی ہے۔ لہذا قبروں کی زیارت زیادہ سے زیادہ کیا کرو۔

عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنے کا حکم:

شب برأت کی مخالفت کرنے والوں کا یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ نے قبروں پر جانے والی

عورتوں پر لعنت فرمائی ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قبرستان میں کیوں گئی تھیں؟ ان کا قبرستان میں جانا ہی یہ ثابت کر رہا ہے کہ یہ حدیث من گھڑت اور خود ساختہ ہے۔

یہ دلائل لغو اور باطل ہیں، حقیقت سے دور ہیں۔ صحاح ستہ سے حدیث کو ثابت کیا جا چکا ہے۔ لہذا حدیث کو من گھڑت اور خود ساختہ کہنے والوں کا اپنا قول ہی در حقیقت من گھڑت اور خود ساختہ ہے۔

در حقیقت غلطی کی وجہ یہ ہے کہ جو حدیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہے کہ عورتوں کو قبروں کی زیارت کرنے پر لعنت ہے اس کا ایک حصہ ذکر کیا جاتا ہے اور مکمل وضاحت جو محدثین نے خود کی ہے اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

حدیث پاک کی مکمل وضاحت کی طرف توجہ فرمائیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "**لعن زوارات القبور**" قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت ہو۔

(مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ مشکوۃ باب زیارۃ القبور)

ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور خود ہی حدیث کی وضاحت ان الفاظ سے کی ہے۔

"قد رای بعض اهل العلم ان هذا كان قبل ان يرخص النبی ﷺ فی زيارة القبور فلما رخص دخل فی رخصته الرجال والنساء وقال بعضهم انما كره زيارة القبور للنساء لقلة صبرهن ولشدة جزعهن"

(مشکوۃ باب زیارۃ القبور)

امام ترمذی نے کہا ہے کہ بعض اہل علم کا اس حدیث میں اعتقاد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قبروں کی زیارت کا جو حکم فرمایا ہے اور رخصت دی ہے یہ حدیث اس سے پہلے کی ہے۔ کیونکہ پہلے مردوں کو بھی منع کیا گیا تھا۔ اور عورتوں کو بھی جب اجازت فرمائی تو مردوں اور عورتوں تمام کے لئے اجازت فرمائی گئی۔

البتہ اگر عورتیں صبر نہ کریں اور قبروں جا کر رونا پیٹنا اور جزع وفزع کریں تو ایسی حالت میں انہیں قبروں پر جانا منع ہوگا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قبروں کی زیارت کرنا:

ایک تو وہی حدیث جس پر معترضین نے کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب عورتوں پر قبروں کی زیارت کرنے پر لعنت کی ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قبرستان میں جانا ہی اس پر دلالت کرر ہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف، من گھڑت اور خودساختہ ہے۔ اور یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں۔

راقم نے صحاح ستہ میں سے ترمذی اور ابن ماجہ سے حدیث کو ثابت کر دیا ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قبرستان میں جانا اور نبی کریم ﷺ کا نہ روکنا اس پر دلالت کرر ہا ہے کہ لعنت والی حدیث پہلے کی ہے۔ اور قبروں کی زیارت کی اجازت دینے والی حدیث بعد کی ہے۔

آیئے ایک اور حدیث کی طرف توجہ فرمائیں:

"عن عائشة كنت ادخل بيتى الذى فيه رسول الله ﷺ وانى واضع وجهى واقول انما هو زوجى وابى فلما دفن عمر معهم فوالله ما دخلته الا وانا مشدودة على ثيابى حياء من عمر"

(مسند احمد ،مشكوة باب زيارة القبور)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اس حجرہ مطہرہ میں داخل ہوتی جس میں رسول اللہ ﷺ مدفون ہیں تو میں پردے کا زیادہ اہتمام نہیں کرتی تھی کیونکہ میرے خیال میں آتا کہ ایک میرے خاوند ہیں اور دوسرے میرے باپ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) ہیں لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی حجرہ میں ان (نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ دفن ہو گئے تو میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کرتے ہوئے پہلے سے زیادہ پردہ کا اہتمام شروع کر دیا۔

اس حدیث پاک کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"قولها حياء من عمر اوضح دليل على حيوة الميت وعلى انه ينبغى احترام الميت عند زيارته مهما امكن لا سيما الصالحون بان يكون فى

غاية الحياء والتأدب بظاهره وباطنه فان للصالحين مددا ظاهرا بالغا لزوارهم بحسب ادبهم ونيتهم وقبولهم" (لمعات حاشية مشکوة)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد "حیاء من عمر" میت کی حیات پر بڑی واضح دلیل ہے اور یہ ہے کہ قبر کی زیارت کے وقت جتنا ممکن ہو سکے صاحب قبر کا اہتمام کیا جائے۔خصوصاً نیک لوگوں کی قبروں پر جا کر نہایت حیاء کرتے ہوئے ظاہری اور باطنی ادب کا پاس کرے، کیونکہ زیارت کرنے والے جتنا زیادہ ادب کریں گے اور خالص نیت رکھیں گے اور نیک لوگوں کی امداد کو قبول کریں گے اتنی ہی زیادہ ان کی طرف سے ان لوگوں کو کامل امداد حاصل ہوگی۔

یہاں سے بہت واضح طور پر پتہ چل گیا کہ عورت کا قبروں کی زیارت کرنا مطلقاً منع نہیں۔آج کے علم کے دعویدار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم سے کچھ نسبت نہیں رکھتے۔

فائدہ:

اسی مقام میں حضرت استاذی المکرم حضرت علامہ ابوالحسنات **محمد اشرف سیالوی** مدظلہ العالی نے ایک سوال وجواب ذکر فرمایا جو بہت ہی زیادہ مفید ہے اور نبی کریم ﷺ کے حاضر وناظر ہونے پر بھی عام حلقوں کی جانب سے یہ ہی سوال کیا جاتا ہے۔جواب سے ان شاءاللہ منصف مزاج حضرات کے دلوں کو اطمینان حاصل ہوگا۔

سوال:

جن کی نگاہ کئی من مٹی کے اندر سے باہر دیکھ سکتی ہے کیا وہ حجاب وستر کے اندر نہیں دیکھ سکتی پھر اس اہتمام کا مقصد کیا ہوگا۔یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دفن کے بعد پردے کا جو اہتمام کیا اس خیال سے کہ وہ مجھے قبر کے اندر سے مٹی کے ڈھیر کے نیچے سے بھی دیکھ رہے ہیں۔جو اتنی نظر رکھتا ہے اس کی نگاہ میں کپڑے کے پردے کی کیا حیثیت ہوگی؟

جواب:

جتنی قدر بندے کی طاقت میں ہے اسی قدر اس پر اہتمام بھی لازم ہے اور شیخ نے "مهما

امکن ''(جتنا ممکن ہو) سے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

مثلاً خلوت اور تنہائی میں بھی بندہ پر لازم ہے کہ وہ اپنی شرمگاہ کو ڈھانپے، انسانوں وغیرہ سے نہ سہی، اللہ رب العزت سے حیاء کرتے ہوئے اس پر ستر (پردہ) لازم ہے۔ لہذا جو جواب اللہ علیم وخبیر کی نسبت سے یہاں دیا جائے گا وہی جواب اہل قبور کی طرف سے بھی سمجھ لیا جائے۔

حدیث پاک ملاحظہ ہو:

"وعن یعلی قال ان رسول اللہ ﷺ رأی رجلا یغتسل بالبراز فصعد المنبر فجھد اللہ واثنی علیہ ثم قال، ان اللہ حیی ستیر یحب الحیاء والتستر فاذا اغتسل احدکم فلیستتر" **(رواہ ابو داؤد والنسائی)**

حضرت یعلی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو کھلی جگہ میں بغیر پردہ کے غسل کرتے دیکھا تو آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ شرمیلا اور پردہ پوش ہے (جو اسکی شان کے لائق ہے) وہ حیاء اور پردہ کو پسند کرنے والا ہے، لہذا تم میں سے کوئی شخص جب بھی غسل کرے تو ستر اور پردہ کے اندر کرے۔

"من ثم قال ائمتنا یحرم کشف العورۃ فی الخلوۃ بغیر الحاجۃ لان فیہ ترك الحیاء من اللہ تعالیٰ"

اسی وجہ سے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا کہ تنہائی اور علیحدگی میں بھی بلا وجہ ستر وحجاب کا ترک حرام ہے کیونکہ اس میں بارگاہ خداوندی کے لائق شرم وحیاء کو ترک کرنا لازم آتا ہے۔

ائمہ کرام کے اس قول پر سوال وارد ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ ظاہر اور چھپی ہوئی ہر چیز کو جانتا ہے تو اس سے پردہ کرنا اور لباس پہن کر ہی نماز ادا کرنا خواہ خلوت میں ہی کیوں نہ ہو اس کا کیا مقصد ہے؟

اس کا جواب یوں دیا گیا:

"وردوہ بانہ تعالی وان احاطہ علمہ بھما الا انہ یری المستور علی حالۃ تقتضی الادب وشتان ما بینھما" **(مرقاۃ المفاتیح)**

ائمہ کرام نے اس سوال کو یوں رد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اگرچہ مستور وغیر مستور دونوں کو محیط ہے، لیکن شرم وحیاء والے مستور کو ایسی حالت میں دیکھتا ہے جس کا ادب تقاضا کرتا ہے بخلاف مستور کے، اور دونوں طرح کے دیکھنے میں بڑا فرق ہے۔

لہذا جس طرح علم باری تعالیٰ کے محیط ہونے کے باوجود ستر کا حکم دیا گیا ہے اور شرم وحیاء والی حالت کو اختیار کرنا لازم کیا گیا ہے۔ اسی طرح ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی ادب اور شرم وحیاء والی ہیئت کو اختیار فرمایا اور جس طرح اللہ تعالیٰ مستور کے ساتھ تقاضائے ادب کے مطابق سلوک فرماتا ہے یہی حالت اہل قبور کی بھی سمجھنی چاہیے۔

نیز اللہ تعالیٰ اپنی حیاء (جو اس کی شان کے لائق ہے) کے مطابق کسی کے مخفی اندام کی طرف توجہ نہ فرمائے باوجود علیم وخبیر وبصیر ہونے کے، اسی طرح اپنے مقبول بندے انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو علم اور نظر عطاء فرمانے کے باوجود ان کی توجہ کو اس جانب سے ہٹا لے تو کوئی بعید نہیں۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

"انی اراکم من خلفی کما اراکم من بین یدی"

"اپنی صفوں کو درست کر کے ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہوا کرو" میں تمہیں پیٹھ کے پیچھے سے اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح سامنے سے دیکھتا ہوں۔

جب نبی کریم ﷺ پر سامنے اور پیچھے کے حالات ایک جیسے ظاہر ہیں تو یقیناً آپ پر کوئی چیز مخفی تو نہیں لیکن پھر بھی ادب کا تقاضا یہی ہے کہ لباس پہن کر نماز ادا کی جائے۔ انسان اپنی طرف سے جتنا ممکن ہو پردہ رکھے اور اسی طرح نبی کریم ﷺ علم وبصارت کے باوجود کسی طرف توجہ فرمائیں جو توجہ آپ کی شان کے لائق نہیں تو کوئی بعید نہیں۔

شب برأت کی فضیلت میں معتبر کتب سے احادیث:

جب پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے بیان فرمایا پچاس سے زائد احادیث کی کتب میں صحیح اور حسن اور ضعیف حدیثیں موجود ہیں تو یہ کہنا کہ صرف وہ حدیث ہم

مانتے ہیں جو صحاح ستہ میں ہے یہ جاہلانہ قول ہے جبکہ صحاح ستہ کی ہر کتاب میں صحیح، حسن اور ضعیف حدیثیں پائی جاتی ہیں۔

۞ "عن علی کرم اللہ وجھہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلھا وصوموا نھارھا فان اللہ تعالیٰ ینزل فیھا لغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول الا مستغفر فاغفرلہ الا مسترزق فارزقہ الا مبتلی فاعافیہ الا کذا الا کذا حتی یطلع الفجر"

(رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب نصف شعبان کی رات (پندرھویں رات یعنی شب برأت) آئے تو رات کو قیام کرو (نوافل ادا کرو) اور دن کو روزہ رکھو، بیشک اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ اس رات میں سورج کے غروب سے لے کر صبح صادق تک آسمان دنیا پر نازل فرماتا ہے۔ پھر کہتا ہے خبردار کوئی ہے بخشش طلب کرنے والا کہ میں اس کی بخشش کروں، خبردار کوئی ہے رزق طلب کرنے والا کہ میں اس کو رزق دوں، کوئی ہے مصیبت میں مبتلاء کہ میں اسے معاف کروں، خبردار کوئی اس طرح ہے۔ خبردار کوئی اس طرح ہے۔

تنبیہ:

یہی حدیث چونکہ ابن ماجہ میں بھی ہے۔ ابن ماجہ کے حوالہ سے جب حدیث کو ذکر کیا تو وضاحت بھی کردی گئی۔

۞ "وعن عائشۃ عن النبی ﷺ قال ھل تدرین ما فی ھذہ اللیلۃ یعنی لیلۃ النصف من شعبان قالت ما فیھا یا رسول اللہ ﷺ فقال فیھا ان یکتب کل مولود بنی آدم فی ھذہ السنۃ وفیھا ان یکتب کل ھالک من بنی آدم فی ھذہ النسۃ وفیھا ترفع اعمالھم وفیھا تنزل ارزاقھم فقالت یا رسول اللہ ﷺ ما من احد یدخل الجنۃ الا برحمۃ اللہ فقال ما من احد یدخل الجنۃ الا برحمۃ اللہ تعالیٰ ثلاثا ولا انت یا رسول اللہ ﷺ فوضع یدہ علی ھامتہ فقال ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ منہ برحمتہ یقولھا ثلاث مرات"

(رواہ البیھقی فی الدعوات الکبیر، مشکوۃ باب قیام شھر رمضان)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتی ہو اس رات میں کیا ہے یعنی شعبان کی نصف والی رات (شب برأت) آپ نے عرض کیا اس میں کیا ہے یا رسول اللہ ﷺ؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس رات میں لکھ دیا جاتا ہے کہ بنی آدم میں سے جس نے سال میں پیدا ہونا ہے۔ اور سال میں جس نے فوت ہونا ہوتا ہے وہ بھی اس رات میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اور اس رات میں لوگوں کے نیک اعمال جو باعث رفعت ہوتے ہیں لکھ لئے جاتے ہیں اور لوگوں کے رزق کے اسباب لکھ لئے جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا کوئی شخص ایسا نہیں جس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں داخل کیا جائے گا؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کوئی شخص بھی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل کیا جائے۔ حضور ﷺ نے تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر میں نے عرض کیا کیا آپ بھی نہیں داخل ہوں گے یا رسول اللہ ﷺ؟ آپ نے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا میں بھی نہیں داخل ہوں گا مگر یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ڈھانپ لیا۔ آپ نے تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا۔

وضاحت حدیث:

"(هل تدرين) اى تعلمين (ما) اى ما يقع (فى هذه اللية) اى من العظمة والقدرة"

نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے اس رات میں کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس رات میں کیا عظمت ہے اور قدرت باری تعالیٰ اور اس کی رحمت کی وجہ سے اس رات کی کیا قدر و منزلت ہے؟

(فى هذه الليلة) کی وضاحت خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمادی کہ وہ شعبان کی پندرھویں رات ہے۔ جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا۔

حضور ﷺ کے ارشاد (ان يكتب) کا مطلب یہ ہے:

"يعنى كتابة ثانية بعد الكتابة فى اللوح المحفوظ"

کہ لوح محفوظ پر تو اگرچہ پہلے ہی قیامت تک کا نظام لکھا ہوا ہے لیکن شعبان کی پندرھویں رات کو آنے والے سال کا پورا نظام پھر لکھ لیا جاتا ہے۔ مطلب وہی جو پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ پورے سال کا نظام شعبان کی پندرھویں رات کو صحیفوں (کتابچوں) میں لکھ لیا جاتا ہے اور لیلۃ القدر کو وہ کتابچے فرشتوں کے حوالے کردیئے جاتے ہیں۔

واضح ہوا کہ سال میں جس نے پیدا ہونا ہوتا ہے یا جس نے مرنا ہوتا ہے وہ شعبان کی پندرھویں رات کو لکھ لیا جاتا ہے۔ اور لوگوں نے جو نیک اعمال سال میں کرنے ہوتے ہیں وہ بھی اسی رات کو لکھ لئے جاتے ہیں۔ اور لوگوں کے رزق کے اسباب ایک سال کے بھی اسی رات میں لکھ لئے جاتے ہیں۔

اسی حدیث کی وضاحت میں علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"هو من قوله تعالىٰ ﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ من ارزاق العباد وآجالهم وجميع امورهم الى الاخرى القابلة"

نبی کریم ﷺ کا ارشاد قرآن پاک کی اس آیۃ ﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ کے مطابق ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مطلب بھی یہی ہے کہ اس رات میں ہر حکمت والا کام بانٹ دیا جاتا ہے یعنی لوگوں کا رزق اور ان کی عمریں اور آنے والے سال تک کے تمام امور کا نظام اسی رات میں تقسیم کردیا جاتا ہے۔

"وفيها ترفع اعمالهم اى تكتب الاعمال الصالحة التى ترفع فى هذه السنة يوما فيوما"

یعنی اس رات میں نیک اعمال لکھ لئے جاتے ہیں جو روز بروز بڑھتے ہیں اور رب تعالیٰ کے حضور بلندی اختیار کرتے ہیں۔ جن سے نیک لوگوں کو بھی رفعت حاصل ہوتی ہے۔

شارح رحمہ اللہ نے "اعمالھم" کا معنیٰ "الاعمال الصالحۃ" کیا ہے، یہ درحقیقت قرآن پاک کے ان الفاظ سے لیا ہے۔ ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾ اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اسے بلند کرتا ہے۔

سوال: جب شعبان کی پندرھویں رات کو سال کا نظام لکھ دیا جاتا ہے تو پھر دوسری حدیث

جس میں یہ ذکر ہے کہ لوگوں کے اعمال پیراور جمعرات کو رب تعالی کے حضور پہنچائے جاتے ہیں ،کا کیا مطلب ہوگا؟ پھر ایک اور حدیث پاک کا کیا مطلب ہوگا جس میں یہ ذکر ہے کہ لوگوں کے اعمال فرشتے صبح کی نماز کے بعد رب تعالیٰ کے حضور پہنچاتے ہیں۔اور دن کے اعمال عصر کی نماز کے بعد رب تعالیٰ کے حضور پہنچاتے ہیں؟

جواب: احادیث میں کوئی تعارض نہیں بلکہ ایک حدیث میں سال کے اعمال کے نظام کا ذکر ہے کہ شعبان کی پندرھویں رات کو سال کا نظام قائم کردیا جاتا ہے اور دوسری حدیث میں ہر دن اور رات کے اعمال کا ذکر ہے کہ رات کے اعمال صبح کی نماز کے بعد اور دن کے اعمال عصر کے بعد رب تعالیٰ کے حضور پیش کردیئے جاتے ہیں۔

اور تیسری حدیث میں ہفتہ کے اعمال کا ذکر ہے کہ ہر ہفتہ کے اعمال پیر اور جمعرات کو رب تعالیٰ کے حضور پیش کردیئے جاتے ہیں۔

”وكان حكمة تكرير هذا الرفع مزيد تشريف الطائعين وتقبيح العاصين“

رب تعالیٰ کے حضور بار بار اعمال کے پیش کرنے کی حکمت یہ ہے کہ نیک لوگوں کو زیادہ شرف عطاء کیا جائے اور برے عمل کرنے والوں کی زیادہ سے زیادہ قباحت بیان کی جائے۔

وفيها تنزل ارزاقهم:

ان الفاظ مبارکہ میں ”تنزل“ کو مخفف اور مشدد، معروف اور مجہول پڑھا گیا ہے۔معنی یہ ہے۔”اى اسباب ارزاقهم او تقديرها“ کہ اس رات کو لوگوں کے رزق کے اسباب اور رزق کی مقدار لکھ لی جاتی ہے۔

اعتراض: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پوچھنے پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا۔اور قرآن پاک میں ذکر ہے۔﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِىٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کئے گئے اپنے اعمال سے۔

اس آیۃ سے پتہ چلتا ہے کہ جنت میں انسان اپنے اعمال کی وجہ سے جائیں گے، اور

حدیث پاک سے پتہ چلتا ہے کہ جنت میں صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے داخل ہوں گے۔ بظاہر قرآن پاک اور حدیث پاک میں تعارض ہے۔ وجہ ءتطبیق کیسے ہے؟

پہلا جواب:

قرآن پاک اور حدیث پاک میں کوئی تعارض نہیں۔

"لان العمل سبب صوری وسببه الحقیقی هو رحمة الله لاغیر"

کیونکہ عمل ظاہری سبب ہے اور حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ اس کے بغیر کوئی حقیقی سبب نہیں۔

دوسرا جواب:

"علی انه من جملة الرحمة بالعبد فلم یدخل الا بمحض الرحمة علی کل تقدیر"

انسان کو عمل کی توفیق بھی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حاصل ہوتی ہے۔ لہذا جنت میں دخول کا سبب عمل تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر یہ تسلیم کرنا لازم ہوگا کہ اصل سبب اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نیک عمل کرنے کی توفیق حاصل ہوئی۔

تیسرا جواب:

"وقیل دخولها بالرحمة وتفاوت الدرجات بتفاوت الطاعات والخلود بالنیات"

بعض حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ جنت میں داخل ہونا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہوگا۔ اور نیک اعمال کے فرق سے جنت میں اسی طرح کے درجات حاصل ہوں گے۔ یعنی جتنے زیادہ اچھے اعمال ہوں گے اسی قسم کے درجات بھی حاصل ہوں گے۔ اور جنت میں ہمیشہ رہنا نیت یعنی خلوص سے ہوگا۔

مطلب واضح ہوا کہ جب ایمان اور اعمال میں خلوص ہوگا تو پھر ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہونا نصیب ہوگا۔ جب انسان جنت میں داخل ہو جائے گا تو ہمیشہ کے لئے

جنت میں ہی رہے گا۔ ایسا نہیں ہوگا کہ کسی شخص کو جنت میں داخل کر کے پھر نکال کر جہنم میں داخل کردیا جائے۔

فوضع یده علی هامته:

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کو بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ سوال کا مقصد یہ تھا کہ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑے علم اور عمل سے نوازا ہے، کیا آپ اپنے علم اور عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوں گے؟ تو حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اپنے سر کی کھوپڑی پر رکھا:

(فوضع یده) ای تواضعا (علی هامته) ای رأسه وهو موضع التکبر"

مقصد اظہار عجز تھا کیونکہ سر مقام تکبر ہے۔ لہٰذا تکبر کو دور کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے بھی علم وعمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی مجھے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ساتھ ہی اس وہم کا بھی ازالہ کردیا کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ پتہ نہیں نبی کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگی یا نہیں۔ ارشاد فرمایا۔

"ولا انا الاان یتغمدنی الله منه برحمته"

مجھے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا ہاں مگر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لیا ہے۔ (ازمرقاۃ ج۳ص ۱۹۵،۱۹۶)

❁ **"عن عبد الله بن عمرو بن العاص ان رسول الله ﷺ قال یطلع الله تعالیٰ الی خلقه لیلة النصف من شعبان فیغفر لعباده الا اثنین مشاحن وقاتل نفس"** (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات کو مخلوق پر اپنی رحمت کاملہ سے جلوہ گر ہوتا ہے اپنے بندوں کی مغفرت فرماتا ہے۔ سوائے دو شخصوں کے، ایک دنیا کی وجہ سے کسی سے عداوت کرنے والا اور دوسرا ناحق کسی کو قتل کرنے والا۔

اس حدیث کی وضاحت بھی صحاح ستہ سے منقول احادیث کے ضمن میں ہوچکی ہے۔

تنبیہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو روایت ابن ماجہ اور بیہقی سے دو مرتبہ پہلے ذکر کی جا چکی ہے وہ حدیث مکمل اپنے الفاظ سے مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی موجود ہے۔

ابن ابی شیبہ کی وفات ۸ محرم الحرام ۲۳۵ھ میں ہوئی۔ بخاری نے ابن ابی شیبہ سے تیس احادیث تخریج کی ہیں اور مسلم نے سینکڑوں احادیث ابن ابی شیبہ سے تخریج کی ہیں۔ اور ابن ماجہ نے کثیر تعداد میں ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم اور ابن ماجہ کے شیخ ہیں۔ اسی طرح امام احمد بن حنبل جیسے جلیل القدر محدث کے بھی آپ شیخ ہیں۔

مقام تعجب جہلاء پر یہ ہے کہ وہ بخاری، مسلم اور ابن ماجہ سے ابن ابی شیبہ کی احادیث کو مانتے ہیں اور خود ابن ابی شیبہ کی بیان کردہ احادیث کو نہیں مانتے۔ کتنی ستم ظریفی کی بات ہے۔



شب برأت میں معین عبادات اور دعاؤں کا حکم

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شعبان کی پندرھویں رات کو قیام کرنے یعنی نوافل ادا کرنے اور دن کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

اس سے یہ واضح طور پر ثابت ہوا کہ رات کو کوئی عبادت خاص مقرر نہیں۔ تمام رات جاگ کر گزارے یا بعض رات جاگ کر گزارے پھر اس میں طاقت کے مطابق نوافل ادا کرے۔ یقیناً ہر آدمی تمام رات کھڑے ہو کر نوافل تو ادا نہیں کر سکتا، یہ صرف چند لوگ ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطاء کر رکھی ہوتی ہے کہ وہ ساری ساری رات کھڑے ہو کر نوافل ادا کرتے رہتے ہیں۔

اس لئے جو حضرات تمام رات کھڑے ہو کر نوافل ادا نہیں کر سکتے وہ قرآن پاک پڑھیں، درود شریف پڑھیں، کلمہ شریف پڑھیں، اور کسی قسم کا ذکر کریں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول اللہ ﷺ کی تعریف پر مشتمل ہو۔ یہ سب ثواب کے کام ہیں۔ بابرکت رات میں جاگنا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے مقبول بندوں یعنی انبیاء کرام اور اولیاء کرام کا ذکر کرنا خوش قسمتی ہے۔

❁ "وعن كثير من السلف كعمر بن الخطاب وابن مسعود وغيرهما انهم كانوا يدعون بهذا الدعاء اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ كَتَبْتَنَا اَشْقِيَاءَ فَامْحُهُ وَاكْتُبْنَا سُعَدَاءَ وَاِنْ كُنْتَ كَتَبْتَنَا سُعَدَاءَ فَاثْبُتْنَا فَاِنَّكَ تَمْحُوْ مَا تَشَاءُ وَ تَثْبُتُ وَ عِنْدَكَ اُمُّ الْكِتَابِ"

کثیر سلف صالحین سے جن میں حضرت عمر بن خطاب اور حضرت ابن مسعود اور کچھ حضرات ہیں ثابت ہے کہ وہ یہ دعاء پڑھتے تھے۔ (جس کا ذکر اوپر کر دیا گیا)

"وقد نقل فی الحدیث قراء ته لیلة النصف من شعبان لکن الحدیث لیس بقوی"

حدیث میں یہ ذکر ہے کہ یہ دعاء شعبان کی پندرھویں رات کو پڑھی جائے۔ لیکن حدیث قوی نہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ دعاء کوئی بھی کرے جائز ہے۔ یہ دعاء بھی جائز ہے۔ علامہ علی قاری رحمہ اللہ نے یہ بیان فرمایا کہ یہ حدیث قوی نہیں تو پتہ چلا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ لیکن ضعیف حدیث فضائل میں ویسے بھی معتبر ہے۔

بات تو صرف اس میں ہے کہ یہ دعاء کرنا شب برأت میں اس کا ثبوت ضعیف حدیث سے ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ یہ دعاء کرنا جائز ہے یا نا جائز ہے۔ کوئی دعاء کریں کسی وقت کریں جائز ہے۔

❁ "واعلم ان المذکور فی الدیلمی ان مائة رکعة بالاخلاص عشر مرات فی کل رکعة مع طول فجله للدیلمی وغیره موضوع"

دیلمی وغیرہ میں جو یہ ذکر ہے کہ شب برأت میں ایک سو رکعت نوافل ادا کرے اور ہر رکعت میں دس دس مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے تو اس میں بہت بڑی فضیلت ہے۔ یہ حدیث موضوع ہے۔

راقم کا اس میں بھی وہی موقف ہے کہ اگر کوئی اپنی خوشی سے سو رکعت ادا کرے اور ہر رکعت میں دس دس مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے تو جائز ہے۔ لیکن یہ نہ کہے کہ اس کی فضیلت حدیث

پاک سے ثابت ہے۔

حدیث پاک سے شب برأت میں نوافل کی فضیلت جب ثابت ہے تو یقیناً اس طرح نوافل ادا کرنا بھی باعث فضیلت ہے۔لیکن تخصیص اور اس کا ثبوت حدیث سے درست نہیں، کیونکہ موضوع حدیث معتبر نہیں۔

شب برأت کی اجتماعی محافل:

ہر عبادت کا قانون یہ ہے کہ اس میں خلوص پایا جائے ،ریاء کاری نہ ہو، اگر عبادت میں لوگوں کو دکھلاوا مقصود ہو تو جماعت سے نماز ادا کرنا بھی بے مقصد ہو جائے گا۔حالانکہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا واجب ہے۔اسی طرح شب برأت میں اجتماعی محافل میں ریاء کاری پائی جائے، چرچا کرنا مقصود ہو تو یقیناً یہ عمل بے مقصد ہوگا، باطل ہوگا۔لیکن جب عبادت میں خلوص پایا جائے۔صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو تو یہ عمل مستحسن ہوگا۔لیکن یہ بھی خیال رہے کہ نیت دل کا کام ہے۔کسی کی نیت پر شک کرنا اور یہ کہنا کہ یہ شخص ریاء کاری کر رہا ہے۔لہٰذا جہنمی ہے۔ایسا بیہودہ شخص کذب بیانی سے خود اپنی عاقبت برباد کر رہا ہے۔ایسے کذاب دجال سے بچنا بھی ضروری ہے۔

اجتماعی ذکر کے فوائد پر اس حدیث کو نہ بھولیں:

”عن ابی هريرة قال قال رسول اللهﷺان الله ملائكة يطوفون فی الطرق يلتمسون اهل الذكر فاذا وجدوا قوما يذكرون الله تنادوا هلموا الى حاجتكم قال فيحفونهم باجنحتهم الى السماء الدنيا قال فيسألهم ربهم وهو اعلم بهم ما يقول عبادى قال يقولون يسبحونك ويكبرونك ويحمدونك ويمجدونك قال فيقول هل رأونی قال فيقولون لا واللّٰه ما رأوك قال فيقول كيف لو رأونی قال فيقولون لو رأوك كانوا اشد لك عبادة واشد لك تمجيدا واكثر لك تسبيحا قال فيقول فما يسألون قالوا يسألونك الجنة قال يقول وهل رأوها فيقولون لا واللّٰه يا رب ما رأوها قال يقول فكيف اذا رأوها قال يقولون لو انهم رأوها كانوا اشد عليها

حرصا واشد لها طلبا واعظم فيها رغبة قال فهم يتعوذون قال يقولون من النار قال يقول فهل رأوها قال يقولون لا واللّٰه يا رب ما رأوها قال يقول فكيف لو رأوها قال يقولون لو رأوها كانوا اشد منها فرارا واشد لها مخالفة قال فيقول فاشهدكم انی قد غفرت لهم قال يقول ملك من الملائكة فيهم فلان ليس منهم انما جاء لحاجة قال هم الجلساء لا يشقی جليسهم" (رواه البخاری)

حضرت ابو ہریرۃ ﷺ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ کے فرشتے راستوں میں چکر لگاتے رہتے ہیں۔ ذکر کی محفلیں تلاش کرتے رہتے ہیں، جب کسی قوم کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو آواز دیتے ہیں آؤ اپنے مقصد کی طرف۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر وہ اپنے پروں سے آسمان دنیا کو ڈھانپ لیتے ہیں ۔حضور ﷺ نے فرمایا پھر ان سے ان کا رب سوال کرتا ہے حالانکہ وہ ان کو زیادہ جانتا ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے تھے! حضور ﷺ نے فرمایا وہ کہتے ہیں کہ وہ تیری تسبیح کر رہے تھے اور تیری حمد کر رہے تھے اور تیری بزرگی بیان کر رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا رب تعالیٰ کہتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا وہ کہتے ہیں قسم ہے اللہ تعالیٰ کی انہوں نے تجھے دیکھا تو نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا رب تعالیٰ کہتا ہے ان کی کیا کیفیت ہوتی اگر وہ مجھے دیکھ لیتے؟ حضور ﷺ نے فرمایا وہ کہتے ہیں اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو تیری زیادہ ہی عبادت کرتے اور تیری زیادہ ہی بزرگی بیان کرتے، اور تیری تسبیحات زیادہ ہی کرتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا رب تعالیٰ کہتا ہے وہ کسی چیز کا سوال کر رہے تھے؟ وہ کہتے ہیں وہ تجھ سے جنت کا سوال کر رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا رب تعالیٰ کہتا ہے کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ وہ کہتے ہیں قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اے ہمارے رب! انہوں نے جنت کو دیکھا تو نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا رب تعالیٰ کہتا ہے۔ ان کی کیا کیفیت ہوتی جب انہوں نے اسے دیکھا ہوتا؟ وہ کہتے ہیں اگر انہوں نے جنت کو دیکھا ہوتا تو اور ہی زیادہ اس کی حرص کرتے اور ہی زیادہ اسے طلب کرتے، اور بہت ہی زیادہ اس میں رغبت رکھتے۔ پھر رب تعالیٰ کہتا ہے وہ کس چیز سے پناہ پکڑ رہے تھے؟ حضور ﷺ نے فرمایا وہ کہتے ہیں، وہ لوگ آگ سے پناہ پکڑ رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا رب تعالیٰ فرماتا

ہے کیا انہوں نے آگ کو دیکھا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا وہ کہتے ہیں قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اے ہمارے رب انہوں نے آگ کو دیکھا تو نہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں، رب تعالیٰ کہتا ہے کہ ان کی کیا کیفیت ہوتی اگر وہ آگ کو دیکھ لیتے؟ حضور ﷺ نے فرمایا وہ کہتے ہیں اگر وہ دیکھ لیتے تو اور ہی زیادہ آگ سے بھاگتے اور ان کو زیادہ ہی خوف ہوتا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے تو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں، فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہے گا۔ ان میں فلاں شخص تو ان میں سے نہیں تھا (یعنی وہ ذکر کرنے کی غرض سے نہیں آیا تھا) بلکہ وہ تو اپنے کام کے لئے آیا تھا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ سب ہی ایک مجلس میں بیٹھے تھے، ان کا ہمنشین بد بخت نہیں ہو سکتا۔

حدیث پاک سے بہت زیادہ واضح ہو گیا کہ سب لوگ ایک محفل میں بیٹھ کر ذکر کریں تو نیک لوگوں کی وجہ سے گنہگار کو بھی فائدہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بھرپور فائدہ حاصل کر لیتا ہے۔

اپنے منہ میاں مٹھو بننے والوں کا حال:

بعض لوگ شب برأت کی پاکیزہ، نورانی، عرفانی، روحانی اور وجدانی محافل پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ ریاء کاری ہے۔ اس پر ایک حدیث پیش کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ ریاء کاری کو جاننا رب تعالیٰ کا کام ہے۔ دلوں پر وہی مطلع ہو سکتا ہے۔ ہر نتھو خیرا تو اسے نہیں جانتا۔

نیک لوگوں کے خلاف پیش کی جانے والی حدیث پاک:

"عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ ان اول الناس يقضى عليه يوم القيامة رجل استشهد فاتى به فعرفه نعمه فعرفها فقال ما عملت فيها قال قاتلت فيك حتى استشهدت قال كذبت ولكنك قاتلت لان يقال جرئ فقد قيل ثم امر به فسحب على وجهه حتى القى فى النار ورجل تعلم العلم وعلمه وقرأ القرآن فاتى به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فيها قال تعلمت العلم وعلمته وقرأت فيك القرآن قال كذبت ولكنك

تعلمت العلم ليقال انك عالم وقرأت القرآن ليقال هو قارى فقد قيل ثم امر به فسحب على وجهه حتى القى فى النار ورجل وسّع الله عليه واعطاه من اصناف المال كله فاتى به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فيهاقال ما تركت من سبيل تحب ان ينفق فيها الا انفقت فيها لك قال كذبت ولكنك فعلت ليقال هو جواد فقد قيل ثم امر به فسحب به على وجهه ثم القى فى النار" (رواه مسلم ،مشكوة كتاب العلم)

حضرت ابو ہریرہ ﷜ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے پہلے اس شخص کا فیصلہ کیا جائے گا جو شہید ہوگا۔اس کو رب تعالیٰ کے حضور لایا جائے گا، رب تعالیٰ اسے اپنی نعمتوں کی پہچان کرائے گا تو وہ ان کو پہچان لے گا۔(یعنی ان نعمتوں کا اقرار کرے گا) تو رب تعالیٰ فرمائے گا تو نے ان نعمتوں کے مقابل عمل کیا کیا؟ تو وہ شخص کہے گا میں نے تیری راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔رب تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا کیونکہ تم نے اس لئے جہاد کیا تھا کہ تمہیں بہادر کہا جائے، تحقیق وہ کہہ لیا گیا (یعنی تمہاری خواہش کے مطابق تمہیں بہادر کہہ لیا گیا ہے) پھر حکم دیا جائے گا،اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔اور ایک شخص جس نے علم حاصل کیا ہوگا اور پڑھایا ہوگا۔اور قرآن پڑھا ہوگا تو اسے رب تعالیٰ کے حضور لایا جائے گا تو اسے رب تعالیٰ اپنی نعمتوں کی پہچان کرائے گا تو وہ پہچان لے گا، رب تعالیٰ فرمائے گا ان نعمتوں کی وجہ سے تم نے عمل کیا کیا، وہ کہے گا میں نے علم حاصل کیا اور لوگوں کو علم پڑھایا اور تیری رضاء کے لئے قرآن پاک پڑھا۔رب تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا کیونکہ تو نے علم اس لئے حاصل کیا تا کہ تمہیں عالم کہا جائے اور تم نے قرآن اس لئے پڑھایا کہ تمہیں قاری کہا جائے، وہ تو کہہ دیا گیا، پھر حکم دیا جائے گا اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے۔اور ایک شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے وسعت عطاء کی ہوگی اور طرح طرح کا مال عطاء کر رکھا ہوگا تو اسے رب تعالیٰ کے حضور لایا جائے گا تو رب تعالیٰ اسے اپنی نعمتوں کی پہچان کرائے گا وہ پہچان لے گا، رب تعالیٰ فرمائے گا تو نے ان نعمتوں کی وجہ سے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں نے کوئی راستہ نہیں چھوڑا جس میں تو خرچ کرنے کو پسند کرتا تھا مگر یہ کہ میں نے اس میں خرچ کیا، رب تعالیٰ

فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا۔ تو نے مال اس لئے خرچ کیا تھا کہ تجھے سخی کہا جائے، وہ تو کہہ دیا گیا، پھر حکم دیا جائے گا تو اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

یہ ہے مکمل حدیث پاک جس کا ترجمہ مکمل طور پر لکھ دیا گیا، حدیث پاک سر آنکھوں پر، پیارے مصطفیٰ ﷺ کا ارشاد گرامی سو فیصد سچ اور حق ہے۔ لیکن بات واضح ہے کہ ریاء کاری دل کی نیت کا نام ہے۔ اس پر مطلع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے وہ علیم وخبیر ہے، وہ سینہ کی باتوں کو جاننے والا ہے، وہ ظاہر اور چھپی ہوئی چیزوں کو جاننے والا ہے، وہ جو فیصلہ فرمائے گا وہ تسلیم کرنے کے بغیر کسی کو کوئی چارۂ کار نہیں ہوگا لیکن کوئی اور شخص کہے کہ ساری فوج جہنمی ہے کیونکہ یہ ریاء کاری کرنے والے ہیں تو یہ حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ سارے علماء جہنمی ہیں کیونکہ یہ ریاء کاری کرنے والے ہیں تو یہ خباثت نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ تمام قاری جہنمی ہیں کیونکہ وہ ریاء کاری کرنے والے ہیں تو یہ جہالت نہیں تو اور کیا ہے اگر کوئی یہ کہے کہ سارے سخی جہنمی ہیں کیونکہ ریاء کرنے والے ہیں شیطانیت نہیں تو اور کیا ہے۔ ہاں ذرا غور سے سنئے! نبی کریم ﷺ کی حدیث کو اپنی طرف سے زیادہ مطالب ملا کر پیش کر کے بیان کرنے والے او حدیث پاک کے معانی ومطالب بدل کر پیش کرنے والے کے متعلق حدیث کو دیکھیں:

۞عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ یکون فی آخر الزمان دجالون کذبون یأتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباؤکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم" (رواہ مسلم، مشکوۃ الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخری زمانہ میں دجال اور کذاب ہوں گے تمہارے پاس حدیثوں لائیں گے جو تم نے نہیں سنی ہوں گی نہ ہی تمہارے آباؤ اجداد نے سنی ہوں گی۔ تم اپنے آپ کو ان سے دور رکھو وہ بھی تم سے دور رہیں۔ وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں۔ اور تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

اپنے آپ کو جنتی، کہنے والے اور دوسرے کو جہنمی کہنے والے کا انجام حدیث پاک سے دیکھیں:

"عن جندب ان رسول اللهﷺ حدث ان رجلا قال واللہ لا یغفر الله لفلان وان اللہ قال من ذا الذی یتالّی علیّ ان لا اغفر لفلان فانی قد غفرت لفلان واحبطت عملك او کما قال"

(مسلم ج ص باب النهی عن تقنیة الانسان من رحمة الله تعالیٰ)

حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بیشک رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ بیشک ایک شخص نے کہا قسم ہے اللہ تعالیٰ کی فلاں شخص کو اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ کون شخص ہے جس نے مجھ پر قسم اٹھائی کہ میں فلاں کو نہیں بخشوں گا، بیشک میں نے اسکی بخشش کردی تیرے عمل برباد کردیئے۔

شب برأت کے نام پر اعتراض کا جواب:

جو یہ کہا گیا ہے کہ قرآن وحدیث میں "لیلۃ البراءۃ" کا ذکر نہیں اور شب فارسی لفظ ہے اور برأت کا معنی سہروں والی رات ہے۔اس نام سے بھی شب برأت کی فضیلت ثابت نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے بعض حضرات نے یہ کہا شعبان کی پندرھویں رات کو قرآن پاک میں لیلۃ مبارکۃ کہا گیا ہے۔جس کا ذکر شروع میں تفصیل سے کردیا گیا ہے۔احادیث مبارکہ سے شعبان کی پندرھویں رات کی فضیلت کو ذکر کردیا گیا ہے۔ان فضائل وبرکات کو دیکھ کر ہی اہل علم نے اس رات کے نام تجویز کیے ہیں۔

۱: لیلة مبارکه:

یہ برکت والی رات ہے کہ اس میں قرآن پاک لوح محفوظ سے صحف ملائکہ میں منتقل ہوا۔

۲: لیلة الصک:

دستاویز لکھنے کی رات کہ اس میں تمام حکمت والے کام تقسیم کرنے کی دستاویز تیار کر لی جاتی ہے۔

۳: لیلة البراء ة:

بریٔ ہونے کی رات کہ اس میں لوگ نیکی کے کام کر کے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی

مغفرت طلب کر کے نجات حاصل کرتے ہیں۔

۴:لیلة الرحمة:

رحمت کی رات کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ کا نزول ہوتا ہے، یعنی تمام رات آسمان دنیا پر رحمت باری تعالیٰ کے نزول کی وجہ سے نام ہی رحمت کی رات پڑ گیا۔

مقام توجہ:

اگر عربی ناموں کا ترجمہ ذکر کر دیا جائے عربی الفاظ نہ ذکر کئے جائیں تو اس میں کیا حرج ہے۔صرف یہ کہہ دیا جائے (۱) یہ برکت والی رات ہے۔(۲) یہ اعمال کے لکھے جانے والی رات ہے۔(۳) یہ گناہوں سے بری ہونے والی رات ہے۔(۴) یہ رحمت والی رات ہے۔

اسی طرح "لیلة" کا معنی فارسی میں "شب" ہے۔جب معتبر تفاسیر سے ثابت ہو گیا کہ شعبان کی پندرھویں رات کا ایک نام "لیلة البراءة" ہے تو اسی سے فارسی میں "لیلة" کی جگہ "شب" کو استعمال کیا تو نام "شب براءة" ہو گیا۔پھر بولنے میں لوگوں نے تخفیف کر دی تو لکھنے میں بھی تخفیف ہونے لگی۔شب برأت نام پڑ گیا جو درحقیقت "شب براءة" ہی ہے۔

اس کی تخفیف ہر زمانہ میں ہوتی رہی جیسا کہ "بیر ذی اروان" مکمل نام بھی احادیث میں موجود ہے۔اور لوگوں کی تخفیف کے مطابق "بیر ذروان" بھی احادیث میں ہی مذکور ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ شب برأت کا معنی دولہا کو سہرا سجانے والی رات ہے۔تو اس معنی کے لحاظ پر بھی بعض اہل علم نے اگر شعبان کی پندرھویں رات کا نام اس۔لئے رکھ لیا ہو کہ جس طرح شادی پر خوشی ہوتی ہے اسی طرح اس رات اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول کی وجہ سے مومنوں کی خوشی ہوتی ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟

اگر یہ کہا جائے کہ جو نام قرآن وحدیث میں آئے وہ ہی قابل قبول ہوتا ہے تو معترضین اپنے اور اپنے آباء واجداد کے نام قرآن وحدیث سے نکال کر دیں۔جب ایسا نہیں کر سکتے تو اس قسم کے کمزور اور لغو اعتراضات کا سہارا لینے کی ان کو کیوں ضرورت درپیش آئی؟

خیال رہے کہ "لیلۃ البراءۃ" کا نام بالواسطہ حدیث پاک سے ثابت ہے۔ایک حدیث پاک کو دیکھئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن"

جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھا ہے۔

اس لئے جب کامل مسلمان اہل علم محققین مفسرین کرام نے شعبان کی پندرھویں رات کا نام "لیلۃ البراءۃ" یعنی "شب براءۃ" یا مخفف کر کے "شب برات" رکھ لیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ کو بھی یہ نام پسند ہے۔

اس میں اختلاف نہیں:

"ولا نزاع فی ان لیلة نصف شعبان یقع فیها فرق کما صرح به الحدیث وانما النزاع فی انها المرادة من الآیة والصواب انها لیست مرادة منها"

اس میں کوئی نزاع نہیں کہ شعبان کی پندرھویں رات کو حکمت والے کام بانٹ دیئے جاتے ہیں کیونکہ یہ تو حدیث پاک سے واضح طور پر ثابت ہے۔پھر اس میں کوئی اختلاف کرے تو کیوں کرے۔

ہاں البتہ نزاع اس میں ہے کہ آیۃ کریمہ۔﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ ۝ فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ﴾ میں جس رات کا ذکر ہے اس سے مراد شب برأت ہے یا نہیں۔علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اپنا مختار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ آیۃ میں ذکر شب برأت کا نہیں۔

تاہم راقم کا موقف ہے کہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے محاکمہ ذکر کیا ہے اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا موقف ہے کہ قرآن پاک شب برأت کو لوح محفوظ سے صحف ملائکہ میں منتقل ہوا اور لیلۃ القدر اور رمضان میں آسمان دنیا پر منتقل ہوا۔

اسی طرح حکمت والے کام تقسیم کر کے شب برأت کو لکھ لئے جاتے ہیں اور لیلۃ القدر کو فرشتوں کے ذمہ کر دیئے جاتے ہیں۔

ہاں ایک اعتراض میں ہم آپ کے ساتھ ہیں:

شب برأت میں آتش بازی، پٹاخے، غیر شرعی کام ناجائز ہیں ان سے اجتناب ضروری ہے۔ یہ کام العوام کالانعام کے ہیں۔ اہل علم کے نہیں۔ شادی پر غیر شرعی رسوم پر عمل کرنا منع ہوگا یہ نہیں کہ غیر رسمی امور کی وجہ سے شادی کا سنت ہونا ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح شب برأت میں غیر شرعی رسوم منع ہوں گی۔

جہلاء کے غیر شرعی رسوم کے عمل کی وجہ سے شب برأت کی برکت ختم نہیں ہوگی۔ ناک پر زخم آ جائیں تو ناک کٹانا حماقت ہوگی ناک کا علاج کرنا عقل و دانش کا کام ہوگا۔ اسی طرح شب برأت میں غیر شرعی رسوم کا اختتام تو عقل کا کام ہے لیکن غیر شرعی رسوم کی آڑ میں عبادت سے روکنے کی ناپاک جسارت حماقت وخباثت ہے۔

حلوہ پکانے پر اعتراض کیوں؟

جیسا شروع میں بیان کر دیا گیا کہ شب برأت کو کسی خاص کھانے کے پکانے کا کوئی حکم نہیں پایا گیا، جو چاہے پکائے۔

لیکن کسی خاص کھانے سے ممانعت بھی تو ثابت نہیں، اگر لوگ شب برأت کو رحمت والی رات سمجھ کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے حلوہ پکائیں تو جائز ہے۔ شادی پر مٹھائی بانٹنا جائز ہو جائے اور شب برأت پر مٹھائی یا حلوہ کے بانٹنے پر اعتراض کیوں؟

پھر جب واضح ہو چکا ہے کہ شب برأت کو سال میں پیدا ہونے والے کا نام لکھ لیا جاتا ہے اور فوت ہونے والے کا نام بھی لکھ لیا جاتا ہے تو لوگ اپنے فوت شدہ حضرات کے ایصال ثواب کے لئے حلوہ پکائیں اور اقرباء اور غرباء میں تقسیم کریں تو یہ مستحب ہے اس پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔

حلوہ پکا کر تقسیم کرنا ضروری بھی نہیں کوئی اور کھانا پکا کر تقسیم کرنے سے بھی ثواب حاصل کیا جا سکتا اور فوت شدہ کو ثواب پہنچایا جا سکتا ہے۔

"**ایصال ثواب مستحب ھے**" راقم کا ایک مستقل رسالہ ہے اس کا مطالعہ کیا جائے۔اور خصوصاً جب خیال کیا جائے کہ نبی کریم ﷺ کو میٹھی چیز پسند تھی تو میٹھی چیز کا استعمال مسنون بھی ہاجائے گا۔

"**عن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ يحب الحلواء والعسل**"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ میٹھی چیز اور شہد پسند فرماتے تھے۔

تنبیہ:

قرآن پاک سے مؤمنین کی علامات اور منافقین کی علامات ذکر کی جارہی ہیں اسی سے اس سوال کا جواب خود ہی سمجھ لیں کہ شب برأت میں عبادت کرنے والے اور عبادت کی طرف رغبت دلانے والے کون ہیں؟اور شب برأت کی عبادت سے روکنے والے، ہندوؤں کی دیوائی کے مشابہ کہنے والے کون ہیں؟اور یہ کہنے والے کہ شب برأت کی اسلام میں پیوند کاری ہے ،اسلام کا اس سے کوئی واسطہ نہیں وہ کون ہیں؟

مؤمنین کی شان وعلامات:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾

تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَوٰةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوۃ دیں اور اللہ و رسول کا حکم مانیں یہ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

واضح ہوا:

کہ مؤمنین کی علامات یہ ہیں کہ وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں،نماز ادا کرنے میں سستی سے کام نہیں لیتے بلکہ بروقت اور چستی سے نماز ادا کرتے ہیں، زکوٰۃ اور صدقات واجبہ ادا کرنے میں بخل سے کام نہیں لیتے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے جہاد میں جلدی شریک ہوتے ہیں۔یعنی اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی مکمل اطاعت کرتے ہیں۔ (از تفسیر کبیر)

معروف اشیاء یعنی بھلائی کے کام کیا ہیں؟

"المعروف ما وافق الكتاب والسنة والمنكر ما خالفهما او المعروف الطاعة والمنكر المعاصى"

قرآن پاک اور حدیث پاک کے مطابق کام، بھلائی کے کام کہلاتے ہیں اور قرآن وحدیث کے مخالف کام، برے کام کہلاتے ہیں۔

اسی طرح نیکی کا کام معروف ہے اور برائی کا کام منکر ہے۔تمام احکام مشروعہ بھلائی کے کام ہیں۔ (مدارک پ۴)

"المشروعات على نوعين عزيمة ورخصة والعزيمة هى اربعة انواع فريضة وواجب وسنة والسنة هى نوعان سنة الهدى والزوائد والرابع النفل"

احکام مشروعہ کی دو قسمیں ہیں عزیمۃ اور رخصۃ۔پھر عزیمۃ کی چار قسمیں ہیں ۔فرض ،واجب،سنت،نفل، پھر سنت کی دو قسمیں ہیں مؤکدہ اور غیر مؤکدہ۔

مستحب اور نفل ایک چیز کا نام ہے:

"ومستحبه ويسمى مندوبا وادباوفضيلة ونفلا وتطوعا وهو ما فعله النبى ﷺ مرة وتركه اخرى وما احبه السلف" (در مختار)

مستحب ،مندوب ،ادب ،فضیلت،نفل اور تطوع ایک ہی چیز کے نام ہیں مستحب وہ ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے کبھی چھوڑا ہو یا سلف صالحین بزرگان دین نے اسے محبوب سمجھا ہو۔

بلکہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے مزید یہ لکھا ہے:

"وان لم یفعله بعد مارغب"

نبی کریم ﷺ نے ایک کام کو پسند فرمایا ہو اور اسے خود نہ کیا ہو تو وہ بھی مستحب ہے بلکہ یہ تعریف زیادہ بہتر ہے کیونکہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"وقد یطلق علیه اسم السنة وصرح القهستانی بانه دون سنن الزوائد"

بعض حضرات کے نزدیک مستحب پر سنت کا اطلاق بھی کیا جاتا ہے، لیکن علامہ قہستانی رحمہ اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ مستحب سنت غیر مؤکدہ سے کم درجہ ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ سنت غیر مؤکدہ نبی کریم ﷺ کے ان افعال کو کہا جائے گا جو آپ نے کبھی کبھی کیے ہوں، یا عادۃً کئے ہوں عبادۃً نہ کئے ہوں جیسے لباس وغیرہ لیکن مستحب کے لئے تو نبی کریم ﷺ کا عمل کرنا ضروری ہی نہیں بلکہ آپ نے صرف پسند فرمایا ہو یا سلف صالحین نے اس پر عمل کیا ہو تو وہ مستحب ہے۔

یعنی ہر سنت کو مستحب تو کہا جاسکتا ہے لیکن ہر مستحب کا سنت ہونا ضروری نہیں۔ خیال رہے کہ سنت مؤکدہ پر مستحب کا اطلاق صرف مستحسن ہونے کے لحاظ سے ہوگا اور سنت غیر مؤکدہ پر اپنے حقیقی معنی ہے۔

مستحب کا حکم:

وحکمه الثواب علی الفعل وعدم اللوم علی الترك"

مستحب کا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل کرنے سے ثواب ہوتا ہے اور چھوڑنے پر کسی قسم کی کوئی ملامت نہیں کی جائے گی۔

واضح ہوا:

کہ شب برأت کو عبادت کرنا مستحب ہے۔ اس لئے نیک لوگ اہل علم دوسروں کو بھی نیکی کی ترغیب دیتے ہیں۔ مومنین کی یہی شان ہے کہ وہ خود بھی اچھا کام کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اچھے کام کا حکم دیتے ہیں۔

منافقین کی علامات:

﴿اَلْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾ (پ۱۰ رکوع ۱۵)

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں برائی کا حکم دیں اور بھلائی سے منع کریں اور اپنی مٹھی بند رکھیں وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا بیشک منافق وہی پکے بے حکم ہیں۔ (کنزالایمان)

آیۃ کریمہ سے واضح ہوا کہ منافقوں کی یہ علامات ہیں کہ وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں نماز کیلئے نہیں آتے مگر جی ہارے۔ یعنی جس طرح تھکا ماندہ سستی سے چلتا ہے وہ نماز میں اسی انداز سے سستی سے چل کر آتے ہیں۔ زکوٰۃ ادا کرنے اور باقی صدقات واجبہ کے ادا کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ جہاد میں جلدی جانے کا حکم دیں تو منافقین پیچھے ہوتے ہیں، سست روی سے کام لیتے ہیں۔ کج روی کرتے ہیں۔

پتہ چلا کہ عبادت سے روکنا، بھلائی کے کاموں سے روکنا علامت منافقین ہے۔

فیصلہ قارئین پر:

راقم نے دلائل سے تمام سوالات کے جوابات دے دیئے ہیں رسالہ کو پڑھنے والے حضرات خود ہی انصاف سے فیصلہ کریں کہ شب برأت کی فضیلت کو تسلیم کرنے والے سچے ہیں یا شب برأت کی فضیلت کا انکار کرنے والے اور بابرکت رات میں عبادت کرنے سے روکنے والے سچے ہیں؟

راقم جب ایک کام میں مشغول ہو تو کوشش یہ کرتا ہے کہ اسی کام میں ہی وقت صرف کرے، لیکن بعض اوقات کسی مسئلہ کو اہم سمجھ کر کچھ نہ کچھ لکھنا پڑتا ہے۔

چونکہ ناقص اور غیر معیاری، جہالت پر مبنی مضمون سے کئی لوگوں کے گمراہ ہونے کے خطرہ

کے پیشِ نظر مولانا مسعود اکرم صاحب نے سوال مرتب کر کے دیئے تو میں نے قرآن پاک کے ترجمہ وتشریح کے کام کو چھوڑ کر جواب دے دیا ہے۔

ضدی لوگوں کی عادت یہ ہے کہ وہ اپنی اصلاح تو نہیں کرتے البتہ جواباً الٹے سیدھے پھر مضامین لکھتے ہیں، لیکن راقم نے پھر نہ ختم والا سلسلہ کبھی نہیں شروع کیا۔

لوگوں کی راہنمائی کے لے چند الفاظ جو تحریر کر دیئے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کو شرف قبولیت عطاء فرمائے۔ (آمین ثم آمین)



شب برأت کی عبادات:

اگرچہ شب برأت میں کوئی معین عبادت تو نہیں جو عبادت آسان سمجھے وہی کرے، نوافل پڑھے، قرآن پاک پڑھے، درود پاک پڑھے، کسی قسم کا بھی کوئی ذکر کرے اسی کا عظیم ثواب حاصل ہوگا۔البتہ بعض بزرگوں نے کچھ خصوصی عبادات کا ذکر کیا ہے، یقیناً وہ عبادات عظیم ثواب رکھتی ہیں۔

شعبان کے مہینہ کی احادیث میں بہت فضیلت بیان کی گئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس مہینہ کو اپنی طرف منسوب فرمایا، آپ شعبان کو روزہ رکھنا بہت پسند فرماتے تھے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ نے رمضان کے علاوہ کسی اور مہینہ میں اتنے روزے نہیں رکھے جتنے شعبان میں رکھے۔

جس طرح نبی کریم ﷺ سب نبیوں سے افضل ہیں، اسی طرح آپ کا مہینہ شعبان (شعبان کو آپ نے اپنی طرف منسوب کیا) رمضان کے علاوہ باقی مہینوں سے افضل ہے۔رمضان اس لئے افضل ہے کہ رمضان کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا۔

شعبان کی پندرھویں رات (شب برأت) میں چار رکعت نفل پڑھے، اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد پچاس بار سورۃ اخلاص پڑھے۔

اور پندرھویں دن روزہ رکھے تو اللہ اس کے صغائر گناہ کثیر تعداد میں معاف فرماتا ہے۔شعبان کے مہینہ میں ہر جمعہ کو چار رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد تیس تیس بار سورۃ اخلاص پڑھے تو وہ شخص حج اور عمرہ کا ثواب پائے گا۔

شب برأت کو آٹھ رکعت ایک سلام سے نوافل پڑھے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد گیارہ گیارہ بار سورۃ اخلاص (قل ھو اللہ احد، مکمل سورۃ) پڑھے،اور ثواب حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی روح کو پہنچائے تو آپ اس شخص کی شفاعت فرمائیں گی کہ مولائے کائنات اسے بخش دے۔ (ماخوذ از رکن دین)

صلوۃِ تسبیح کی فضیلت:

رسول اللہ ﷺ نے صلوۃِ تسبیح کی فضیلت بیان فرمائی، کہ ہو سکے تو ہر روز ایک مرتبہ ادا کرے، ورنہ ہفتہ میں ایک مرتبہ ادا کرے، ورنہ ایک ماہ میں ایک مربتہ ادا کرے، ورنہ سال میں ایک مرتبہ ادا کرے، ورنہ عمر میں ایک مرتبہ ادا کرے،تو اللہ تعالیٰ اس کے کثیر مقدار میں گناہ معاف فرماتا ہے۔

صلوۃِ تسبیح پڑھنے کا طریقہ:

چار رکعت صلوۃ التسبیح کی نیت سے ایک سلام سے ادا کر،ثناء کے بعد اور سورۃ فاتحہ سے پہلے پندرہ مرتبہ پڑھے:

﴿سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ﴾

پھر قراءت کے بعد یہی کلمات دس مرتبہ پڑھے، پھر رکوع کی تسبیحات کے بعد یہی کلمات دس مرتبہ پڑھے، پھر رکوع سے سر اٹھانے کے بعد "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" اور "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" کے بعد یہی کلمات دس مرتبہ پڑھے، پھر سجدہ کی تسبیحات کے بعد دس مرتبہ یہی الفاظ پڑھے، پھر دو سجدوں کے درمیان بیٹھ کر دس مرتبہ یہی کلمات پڑھے، پھر دوسرے سجدہ کی تسبیحات کے بعد دس مرتبہ یہی کلمات پڑھے۔

اسی طرح ہر رکعت میں پچھتر پچھتر مرتبہ یہی کلمات اسی طریقہ سے پڑھے، یہ طریقہ زیادہ مشہور ہے اور احادیث سے ثابت ہے۔

دوسرا طریقہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ سورہ فاتحہ سے پہلے پندرہ مرتبہ نہ پڑھے بلکہ قراءت کے بعد پندرہ مرتبہ پڑھے اور دوسرے سجدہ سے فارغ ہو کر دس مرتبہ پڑھے باقی طریقہ وہی ہے جو پہلے ذکر کر دیا گیا ہے اس طریقہ پر بھی ہر رکعت میں پچھتر پچھتر مرتبہ ہی یہ کلمات ادا ہوں گے۔ (ماخوذ از شامی)

جس طریقہ پر بھی ادا کرے درست ہے شاید آسانی پیدا کرنے کیلئے دو طریقے احادیث میں مذکور ہیں شب برأت جب افضل رات ہے تو اس رات کو صلوۃ التسبیح ادا کرنا بہت ہی فضیلت والی عبادت ہے۔

صلوة الحاجة:

اخرج الترمذی عن عبد الله بن اوفی قال قال رسول الله من كانت له الى الله حاجة اوالى احد من بنى آدم فليتوضا وليحسن الوضوء ثم ليصل ركعتين ثم يثن على الله تعالى وليصل على النبى ﷺ ثم ليقل لا اله الاالله الحليم الكريم سبحان الله رب العرش العظيم الحمد لله رب العالمين اسألك موجبات رحمتك وعزائم مغفرتك والغنيمة من كل برو السلامة من كل اثم لا تدع ذنبا الا غفرته ولاهما الا فرجته ولا حاجة هى لك رضا الا قضيتها يا ارحم الراحمين"

حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو رب تعالیٰ کی طرف یا بندوں کی طرف کوئی حاجت (یعنی مشکل کا حل مطلوب ہو) تو اچھی طرح وضوء کرے پھر دو رکعت پڑھے اللہ تعالیٰ کی ثناء بیان کرے اور نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھے، پھر یہ پڑھے:

﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ ،اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ،اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ،اَسْاَلُكَ مُوْجَبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمِ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا

حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرّٰاحِمِيْنَ﴾ (شامی)

ایک اور عمل لیلۃ القدر کی طرح جس سے ثواب حاصل ہوتا ہے:

مرفوع حدیث میں مذکور ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد چار رکعت پڑھے پہلی رکعت میں ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ اور تین مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھے اور باقی تین رکعتوں میں ہر رکعت میں ایک مرتبہ سوۃ فاتحہ ایک مرتبہ سورۃ اخلاص ایک مرتبہ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ایک مرتبہ سورۃ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھے۔ (شامی)

صلوۃ حاجۃ یا یہ نماز جس کا ابھی ذکر کیا شب برأت میں ادا کرنا بہت افضل ہے۔ اور اس سے سعادت حاصل ہوتی ہیں۔

دعائے مغفرت:

پہلے تین مرتبہ ''الحمدللہ'' پڑھے پھر تین مرتبہ ''اللہ اکبر'' پڑھے اسکے بعد یہ دعا کرے:

﴿سُبْحَانَكَ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ خَطِيْئَتِيْ وَجَهْلِيْ وَاِسْرَافِيْ فِيْ اَمْرِيْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ جِدِّيْ وَهَزْلِيْ وَخَطَائِيْ وَعَمَدِيْ وَكُلَّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

دین و دنیا کی بھلائی کی دعا:

﴿رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِيْ فِيْ دِيْنِي الَّذِيْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِيْ وَاَصْلِحْ لِيْ دُنْيَايَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشِيْ وَاَصْلِحْ لِيْ اٰخِرَتِي الَّتِيْ فِيْهَا مَاوٰيَ وَاجْعَلِ الْحَيٰوةَ زِيَارَةً لِّيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ﴾

علم و عمل اور رزق کی دعا:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَعَمَلًا مُسْتَقْبَلًا وَرِزْقًا طَيِّبًا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْقَصْدَ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنٰى وَاَسْئَلُكَ نَعِيْمًا لَا يَنْفَدُ، اَللّٰهُمَّ زِدْنَا

وَلَا تَنْقُصْنَا وَاَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا وَاَرْضِنَا وَارْضَ عَنَّا﴾

کسی قوم سے خوف ہو تو یہ دعا کرے:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ﴾

راقم نے بھی طلبائے کرام کو کہا ہوا ہے کہ ہر صبح حاضری کے وقت یہ دعا کیا کرو تا کہ اللہ تعالیٰ اعور (کانڑے) دجال کے شر سے محفوظ رکھے۔

غم اور قرض سے نجات کی دعا:

حضرت ابو سعید خدری ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں بہت غم زدہ انسان ہوں اور بہت زیادہ مقروض ہوں آپ نے فرمایا میں تمہیں ایک دعا سکھاتا ہوں جس سے تم غم اور قرض سے نجات حاصل کر جاؤ گے وہ دعا آپ نے یہ سکھائی:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعِجْزِ وَالْکَسْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ﴾

کفار کے اتحاد سے بچنے کی دعا:

﴿اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ سَرِیْعُ الْحِسَابِ اَللّٰھُمَّ اھْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰھُمَّ اھْزِمْھُمْ وَزَلْزِلْھُمْ﴾

شادی اور اولاد کی دعاء:

﴿رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ رَبِّ ھَبْ لِیْ وَلَدًا صَالِحًا﴾



مخلوق کے شر سے بچنے کی دعاء:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ﴾

فقر وذلت سے بچنے کی دعاء:

ایسا فقر جو انسان کو ناشکرا بنا دے اس فقر سے بچنے کی دعاء کی جا سکتی ہے، ورنہ فقر سے بچنے کی دعاء کرنا درست نہیں۔

﴿اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّۃِ وَالذِّلَّۃِ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ نَظْلِمَ وَنُظْلَمَ﴾

بدبختی وبدخلقی سے بچنے کی دعاء:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ﴾

راقم کے نزدیک شب برأت میں سب سے اعلیٰ ذکر درود شریف ہے جو ذکر خدا بھی ہے اور ذکر مصطفیٰ کریم ﷺ بھی ہے، اور دعاء بھی۔

آیئے! میرے پیارے مسلمان اہلسنت برادران کرام! ان جہلاء کی طرف ذرا بھر توجہ نہ کریں جو شیطان کا کردار ادا کر رہے ہیں، لوگوں کو عبادت سے روکنے کی ناپاک جسارت کر رہے ہیں۔ خدارا! رحمانی تبلیغ اور شیطانی تبلیغ میں فرق ضرور کریں۔ یہ ضرور دیکھیں اللہ والے کون ہیں اور شیطان کے چیلے کون ہیں؟

﴿وما علینا الا البلاغ﴾

عبد الرزاق بھترالوی، حطاروی

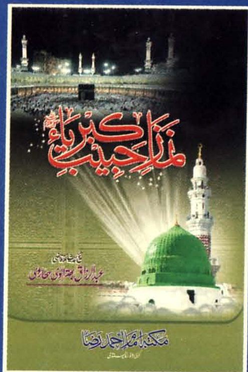
بدھ ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ ۴ دسمبر ۲۰۰۲ء

درود تاج

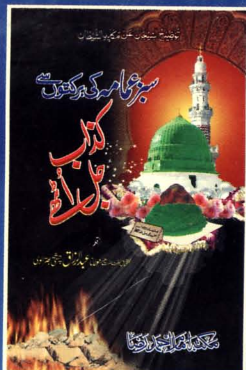
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

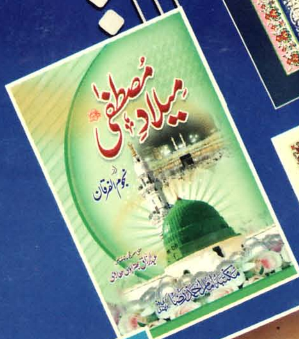
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ التَّاجِ وَالۡمِعۡرَاجِ وَالۡبُرَاقِ وَالۡعَلَمِ o دَافِعِ الۡبَلَاءِ وَالۡوَبَاءِ وَالۡقَحۡطِ وَالۡمَرَضِ وَالۡاَلَمِ o اِسۡمُهٗ مَکۡتُوۡبٌ مَّرۡفُوۡعٌ مَّشۡفُوۡعٌ مَّنۡقُوۡشٌ فِی اللَّوۡحِ وَالۡقَلَمِ o سَیِّدِ الۡعَرَبِ وَالۡعَجَمِ o جِسۡمُهٗ مُقَدَّسٌ مُّعَطَّرٌ مُّطَهَّرٌ مُّنَوَّرٌ فِی الۡبَیۡتِ وَالۡحَرَمِ o شَمۡسِ الضُّحٰی بَدۡرِ الدُّجٰی صَدۡرِ الۡعُلٰی نُوۡرِ الۡهُدٰی کَهۡفِ الۡوَرٰی مِصۡبَاحِ الظُّلَمِ o جَمِیۡلِ الشِّیَمِ o شَفِیۡعِ الۡاُمَمِ o صَاحِبِ الۡجُوۡدِ وَالۡکَرَمِ o وَاللّٰهُ عَاصِمُهٗ وَجِبۡرِیۡلُ خَادِمُهٗ وَالۡبُرَاقُ مَرۡکَبُهٗ وَالۡمِعۡرَاجُ سَفَرُهٗ وَسِدۡرَةُ الۡمُنۡتَهٰی مَقَامُهٗ وَقَابَ قَوۡسَیۡنِ مَطۡلُوۡبُهٗ وَالۡمَطۡلُوۡبُ مَقۡصُوۡدُهٗ وَالۡمَقۡصُوۡدُ مَوۡجُوۡدُهٗ سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ شَفِیۡعِ الۡمُذۡنِبِیۡنَ اَنِیۡسِ الۡغَرِیۡبِیۡنَ رَحۡمَةٍ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ سِرَاجِ السَّالِکِیۡنَ مِصۡبَاحِ الۡمُقَرَّبِیۡنَ مُحِبِّ الۡفُقَرَآءِ وَالۡغُرَبَآءِ وَالۡمَسَاکِیۡنَ سَیِّدِ الثَّقَلَیۡنِ نَبِیِّ الۡحَرَمَیۡنِ اِمَامِ الۡقِبۡلَتَیۡنِ وَسِیۡلَتِنَا فِی الدَّارَیۡنِ صَاحِبِ قَابَ قَوۡسَیۡنِ مَحۡبُوۡبِ رَبِّ الۡمَشۡرِقَیۡنِ وَرَبِّ الۡمَغۡرِبَیۡنِ جَدِّ الۡحَسَنِ وَالۡحُسَیۡنِ مَوۡلَانَا وَمَوۡلَی الثَّقَلَیۡنِ اَبِی الۡقَاسِمِ مُحَمَّدِ بۡنِ عَبۡدِ اللّٰهِ نُوۡرٍ مِّنۡ نُّوۡرِ اللّٰهِ o یٰۤاَیُّهَا الۡمُشۡتَاقُوۡنَ بِنُوۡرِ جَمَالِهٖ صَلُّوۡا عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا o

قابلِ مطالعہ کتابیں

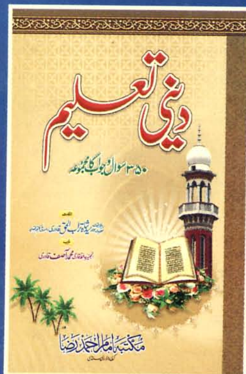
















مکتبہ امام احمد رضا
کری روڈ، راولپنڈی
CELL:0321-5098812